جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

شعبان المعظم
۱۴۱۹ھ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مُدظلہٗ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

دسمبر
۱۹۹۸ء

قبولیّتِ توبہ کی علامات

کسی دانائے راز سے دریافت کیا گیا کہ بندہ اپنے گناہوں سے جب توبہ کرلے تو کیا وہ کسی طرح یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی گئی ہے یا مُسترد کردی گئی؟ اس نے جواب دیا اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ تو مَیں نہیں کرسکتا، البتّہ چند نشانیاں بتائے دیتا ہُوں جن کے ذریعہ قبولیّت و عدمِ قبولیّت کا عِلم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلی علامت تو یہ ہے کہ توبہ کُنندہ اپنے آپ کو غلطیوں سے مُبرّا و مُنزّہ نہ سمجھ لے اور انبیاء کی طرح خود کو غیر معصوم نہ تصوّر کرے۔

(۲) دوسری یہ کہ اپنے دِل میں خوشی کو مفقود اور غم کو موجود پائے۔

(۳) تیسری یہ کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرے اور بُروں سے دُور بھاگے۔

(۴) چوتھی یہ کہ دُنیا کی تھوڑی چیز کو بھی زیادہ اور آخرت کے بہت سے عمل کو بھی کم تصوّر کرے۔

(۵) پانچویں یہ کہ اپنے دِل کو اللہ سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے ساتھ مشغول کرلے اور اللہ سے دُور کرنے والی اشیاء سے ہٹالے۔

(۶) چھٹی یہ کہ اپنی زبان کو بُری باتوں سے محفوظ رکھے۔ آثارِ قدرت کے متعلّق ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہے اور شرمندگی و غمِ حیات کو اپنے لیے لازم کرلے۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۱۶۰، ۱۶۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۷ | شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ۔ دسمبر ۱۹۹۸ء | شمارہ : ۳

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی " ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " ۶ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " ۱۶ ڈالر

برطانیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " ۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۷۷۲۹۶۹۱-۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶
فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲-۴۲-۹۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ ۳

درسِ حدیث ـــــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ ـــــ ۱۶

زکوٰۃ ـــــــ حضرت مولانا سیّد محمّد میاں رحمہ اللہ ـــــ ۲۵

ہم آپس میں کیسے مل کر رہیں؟ ـــــ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ـــــ ۳۸

مرثیۂ لختِ جگر ـــــ سیّد ممتاز حسین گیلانی صاحب ـــــ ۴۴

مولانا سعید احمد خان رحمہ اللہ ـــــ مولانا سیّد محمود میاں صاحب ـــــ ۴۷

فکرِ حسین ـــــ مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ـــــ ۵۳

گستاخِ رسول ـــــ غفار بابر ـــــ ۵۴

خاموش ہوگئے ـــــ غفار بابر ـــــ ۵۵

انگلینڈ میں چند روز ـــــ محمّد عابد ـــــ ۵۶

ترقّی یا پستی؟ ـــــــــــــــــ ۶۱

اخبار الجامعہ ـــــ محمّد عابد ـــــ ۶۲

بزمِ قارئین ـــــــــــــــــ ۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

(قسط:۲-آخری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

یہ اداریہ گزشتہ ماہ کے اداریہ کی دوسری اور آخری قسط ہے جس میں باکسنگ ٹورنامنٹ آرگنائزر کے اس فیصلہ کی مذمت کی گئی تھی جس کے تحت افغانستان کے تین باکسروں کو کراچی میں منعقد ہونے والے باکسنگ کے مقابلہ میں صرف اس لیے خارج کر دیا گیا تھا کہ اُن کے چہرے ڈاڑھی کے فطری حسن سے آراستہ تھے اس فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے ہم نے اپنے اداریہ میں قرآن و حدیث اور عقلی دلائل سے ڈاڑھی کے فوائد اور اس کا وجوب ثابت کیا ہے اور آخر میں حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے ڈاڑھی سے متعلق دو خطوط بھی شاملِ اشاعت کیے ہیں اس ماہ کے اداریہ میں اس سلسلہ کا دوسرا خط شائع کیا جا رہا ہے (مُدیر)

دوسرا خط

مخدوم و مکرم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، سلام مسنون!

رام پور سے ایک پرچہ "زندگی" نکل رہا ہے جس کو گاہے گاہے دیکھ لیتا ہوں، جماعتِ اسلامی کی تحریک کی بعض بعض کتابیں دیکھی ہیں اُن کو دیکھ کر میری بدظنی اسلام کے متعلق کچھ زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ عین قریب ہے کہ میں اسلام سے پُورا بدظن ہو جاؤں۔ خدارا ایک دو اشکالات کا حل فرما دیں۔

مولانا مودودی صاحب کا ترجمان القرآن جو بہت پُرانا ہے جس میں مولانا لکھتے ہیں کہ "میرے نزدیک ڈاڑھی کا بڑا اور چھوٹا ہونا یکساں ہے۔ صحابہؓ میں صرف دو ایک آدمی ایسے ملتے ہیں جن کی ڈاڑھی مشت برابر ہے۔

اَب عرض ہے کہ مَیں خود ڈاڑھی مُنڈواتا تو نہیں، مگر خشخشی جیسے فرنچ فیشن ہوتا ہے رکھی ہوئی ہے مگر میرا عقیدہ یہ ہوتا جا رہا ہے کہ جب مولانا مودودی جیسے فاضل نے یہ کہا کہ چھوٹا اور بڑا ہونا برابر ہے تو منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ علماء کا اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ مُلک کے رواج کے مطابق رکھ

بھی سکتا ہے اور منڈوا بھی سکتا ہے۔

محمد اقبال مالک دوآبہ کلاتھ ہاؤس
صدر بازار اوکاڑہ، ضلع منٹگمری

جواب

محترم المقام زید مجدکم، السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔ مزاج مبارک۔

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہُوا، جناب کا مودودی صاحب کی تحریر دیکھ کر اس قدر متأثر ہونا کہ اسلام سے بدظن ہو جائیں تعجّب خیز ہے۔

(اوّلاً) مولانا مودودی خود اقرار کرتے ہیں کہ مَیں عالم نہیں ہوں، وہ ترجمان ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے گروہِ عُلما میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں جس نے جدید و قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصّہ پایا ہے اور دونوں کوچوں کو چل پھر کر دیکھا ہے۔ اپنی بصیرت کی بنا پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو شرِ محض"۔

تعلیمِ دین میں اُن کا صاف اقرار ہے کہ مَیں نے کچھ حصّہ پایا ہے۔ اس کے بعد اُن کا کوئی حکم شرعی اُمور کے متعلق آیا قابلِ وثوق و اعتماد قرار دیا جا سکتا ہے؟ "نیم طبیب خطرۂ جان و نیم مُلّا خطرۂ ایمان" مشہور مقولہ ہے۔

(ثانیاً) علاوہ ازیں ڈاڑھی کے مسئلہ میں اُن کی یا کسی دوسرے کی رائے میں کتنا ہی بڑا اختلاف کیوں نہ ہو اُس کی وجہ سے اُصولِ مذہبِ اسلام اور اس کے عقائد اور فرائضِ اعمال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جس کی بنا پر آپ اسلام سے بدظن ہونے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب کا یہ قول میرے نزدیک ڈاڑھی کا بڑا اور چھوٹا ہونا یکساں ہے صحابہؓ میں صرف دو ایک آدمی ایسے ملتے ہیں جن کی ڈاڑھی مشت برابر ہے"۔ یہ صرف اُن کی رائے ہے کہ دونوں یکساں ہیں، یہ رائے ایک ناقص العلم یا ناقص العقل کی رائے ہے جس کے مقابل تمام فقہاءِ اسلام کی

تصریحیں موجود ہیں کہ ڈاڑھی کی مقدار کم از کم ایک مشت ہونی چاہیے تو آیا مودودی صاحب کی رائے قابلِ اعتبار ہو گی یا تیرہ سو برس کے مستند علماء اور فقہاءِ مذاہب کی؟

(ثالثاً) اگر آپ نے یہی اُصول رکھا کہ ہزار بارہ سو برس کے بعد آنے والے ایک نیم تعلیم یافتہ کی جو کچھ رائے ہو وہ پُرانے کامل العلم اور معتبر علماء کی رائے اور روایات سے اُونچی شمار کی جائے تو پھر تمام دین ہی کو سلام کرنا پڑے گا۔ اس دَورِ فتن و غلبۂ ہواؤ ہوس و عُجب و تکبر، خود پسندی وخود رائی میں نہ صرف ادھورے علم والے بلکہ بڑی بڑی سندوں والے بھی ایسے ملیں گے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کے لیے تمام متقدمین کے دفتروں کے دفتروں کو اساطیر الاوّلین اور بکواس کہہ کر ٹھکرا دیں گے اور اپنے غلط سے غلط افکار کو سب سے اُونچا بتلا کر لوگوں کو اس طرف بلائیں گے، گزشتہ معتمدینِ اہلِ تقویٰ اور اہلِ علم کی تحمیق اور تجہیل کریں گے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفکّر سب سے زیادہ محقق بتائیں گے۔

ڈاڑھی کے متعلق مندرجہ ذیل اُمور پر غور فرمائیں۔

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "میری امّاں کے بیٹے میری ڈاڑھی اور میرا سر مت پکڑ" لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (طٰہٰ) اگر حضرت ہارون علیہ السّلام کی ڈاڑھی قبضہ (مشت) سے چھوٹی ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کس طرح پکڑ سکتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی ڈاڑھی کا خلال وضو کرتے وقت کیا کرتے تھے، یعنی ڈاڑھی کے بالوں میں جڑوں کے نیچے سے انگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا کرتے تھے، ترمذی جلد اوّل ص۶ میں ہے۔

عن حسان بن بلال قال رأیت عمار بن یاسرؓ توضأ فخلل لحیته فقیل له او قال فقلت له اتخلل لحیتک، قال وما یمنعنی ولقد رأیت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان یخلل لحیته، عن عثمان رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان یخلل لحیته قال ابو عیسٰی ھٰذا حدیث حسن صحیح

"حضرت حسان بن بلالؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کی تو اپنی ڈاڑھی میں خلال بھی فرمایا۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ کیا بات ہے،

آپ ڈاڑھی میں خلال فرما رہے ہیں؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ چکا ہوں کہ آپؐ ریش مبارک میں خلال فرمایا کرتے تھے تو مجھے ڈاڑھی میں خلال کرنے سے کونسی بات روک سکتی ہے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی یہی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ریش مُبارک میں خلال فرمایا کرتے تھے۔" ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔" (ناشر)

ابن ماجہ ص۳۵ میں ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال كان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك ثم شبك لحيته باصابعه من تحتها۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب وضو فرماتے تھے تو رُخسارِ مُبارک کو کسی قدر مَلا کرتے تھے۔ پھر ریش مُبارک میں اپنی اُنگلیاں نیچے کی طرف سے داخل کر کے جال سا بنا کر خلال کیا کرتے تھے، ابن سکن نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔" (ناشر)

یہ روایتیں متعدّد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بیہقی دارقطنی وغیرہ محدّثین نے ذکر فرمائی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ان صحابہ کرامؓ کی ڈاڑھیاں نہ خشخشی تھیں نہ چھوٹی، بلکہ اتنے بڑے بال تھے کہ اُن میں نیچے سے اُنگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جبڑے کے نیچے اُنگلیاں ڈال کر پانی پہنچانا ایک مشت یا اس سے زائد ہی ہوگا۔

ابوداؤد میں ہے۔

اخذ كفا من ماء فادخله تحت حنكه فخلل به لحيته

"پانی کی ہتھیلی لے کر اس کو جبڑے کے نیچے کی جانب سے داخل کیا، پھر اس سے اپنی ڈاڑھی کا خلال کیا۔" (ناشر)

کیا چھوٹی ڈاڑھی یا خشخشی میں یہ ہو سکتا ہے یا اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟

عن انس بن مالك رضي الله عنه قال كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يكثر دهن رأسه وتصريح لحيته

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سرِ مبارک میں اکثر تیل لگایا کرتے تھے اور ریشِ مبارک میں کنگھی اکثر کیا کرتے تھے"۔ (ناشر)

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے ڈاڑھی کے بالوں کا سنوار بکثرت کرتے تھے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ خشخشی ڈاڑھی میں نہ کنگھی ہوتی ہے نہ اُس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اُس کو سنوارا جائے اور یہی حال چھوٹی ڈاڑھی کا ہے اس کی ضرورت تو کم از کم ایک مشت یا اس کے قریب یا زائد ہوتی ہے۔

كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في المسجد فدخل رجل ثائر الرأس واللحية فاشار اليه رسول الله صلّى الله عليه وسلم بيده ان اخرج كانه يعني اصلاح شعر رأسه ولحيته ففعل الرجل ثم رجع فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اليس هٰذا خيرا من ان يأتي احدكم ثائر الرأس كأنه شيطان

(مؤطا امام مالک ص۳۷۶ مشکوۃ ص۳۲۸)

"جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں تھے، پس ایک شخص پراگندہ سر اور ڈاڑھی داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوار لے تو اُس نے ویسا ہی کیا، پھر لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی پراگندہ بال اس طرح آئے کہ گویا وہ شیطان ہے"

ظاہر ہے کہ ڈاڑھی کے اور سر کے بالوں میں پراگندگی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ وہ دراز ہوں خشخشی یا چھوٹے بالوں میں نہ پراگندگی ہوتی ہے نہ اُن کے سنوارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے

اور نہ وہ سنور سکتے ہیں۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار و غسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء (الحدیث)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں "فطرت" کی ہیں، مونچھیں کترنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی دینا، ناخن کٹوانا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل اور زیر ناف کے بال صاف کرنا۔ اور پانی سے استنجاء کرنا۔" (ناشر)

اس حدیث میں جو کہ نہایت قوی روایت ہے دس چیزوں کو جن میں ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کتروانا بھی ہے فطرۃ بتلایا گیا ہے اور فطرت عرف شرع میں ان اُمور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء۔ اور رسولوں کی معمول بہ اور متفق علیہ ہیں اور ہم کو اُن پر عمل کرنے کا حکم ہُوا۔

صاحب مجمع البحار ص ۸۵ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

عشر من الفطرۃ، ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیہم السلام التی اُمِرنا بالاقتداء بھم فیھا (ک)

ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیہم السلام واتفقت علیھا الشرائع فکانما امر جبلی فطروا علیہ، الخ

دس چیزیں فطرت کی ہیں، تفسیر یہ ہے کہ سُنّت ہیں، یعنی یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السّلام کی سُنّتیں ہیں جن کی پیروی کرنے کا ہم کو حکم ہُوا ہے (ک)"

"مطلب یہ ہے کہ وہ پُرانی اور قدیمی سُنّتیں ہیں جن کو انبیاء علیہم السّلام نے پسند فرمایا اور تمام شریعتوں کا اُن پر اتّفاق ہے گویا یہ ایسے کام ہیں جو فطرتِ سلیمہ میں داخل ہیں۔" (ناشر)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم ص ۱۴۸ میں فرماتے ہیں۔

قالوا ومعناه انها من سنن الانبیاء صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہم،
"علماء کا ارشاد ہے من الفطرة کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام انبیاء علیہم السّلام کی سُنتیں ہیں"۔ (ناشر)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم تمام شریعتوں میں تھا اور یہی سُنّت تمام انبیاء علیہم السّلام کی رہی ہے اور چونکہ حضرت ہارون علیہ السّلام کی ڈاڑھی کم از کم ایک قبضہ میں تھی (جیسا کہ ہم ۱۲ میں کہہ آئے ہیں) تو یقیناً تمام انبیاء علیہم السّلام اور جناب رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی ڈاڑھی بھی کم از کم ایک مشت ضرور تھی اور چونکہ ہم کو ان انبیاء علیہم الصلوٰة والسّلام کے اقتداء کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ
"یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے، پس ان کی رہنمائی پر عمل کرنا"۔ (ناشر)

اس لیے ہم کو بھی اس امر یعنی ایک مشت میں ان کا اقتداء کرنا ہوگا،

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال خالفوا المشرکین و فرّوا اللحی واعفوا الشوارب وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض عن لحیته فما فضل اخذہ و فروا اکثروا وکثرت اموالھم وبسندہ عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم انھکوا الشوارب واعفوا اللحیٰ۔ (صحیح بخاری، نسائی ص ۷، مسلم صـ۱۲۹ ابو داؤد ص ۲۲۱)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا مشرکوں کے برخلاف کرو۔ ڈاڑھیاں بڑھاؤ، مُونچھیں کترواؤ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے لیا کرتے تھے جو اس سے فاضل ہوتی تھی اس کو کتروا دیتے تھے"۔

اور اسی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی

اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا مونچھیں خوب باریک کترواؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ"۔ (ناشر)

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ڈاڑھی کے مطلقاً بڑھانے کا حکم کیا ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی گئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاتے ہی رہنا چاہیے، اگرچہ وہ بڑھ کر پاؤں یا زمین تک پہنچ جائے، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمختار ترکھا علی حالھا وان لا یتعرض لھا بتقصیر ولا غیرہ،

"مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے، کٹوانے یا کتروانے وغیرہ کا کوئی عمل نہ کیا جائے"۔ (ناشر)

امام طبریؒ فرماتے ہیں:

ذھب قوم الیٰ ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیٔ من طولھا و من عرضھا

(فتح الباری ص ۲۹۶ ج ۱۰)

ایک قوم (علماء کی ایک جماعت) ظاہر حدیث کی طرف مائل ہوئی ہے۔ پس یہ حضرات ڈاڑھی کے طول یا عرض میں سے کچھ بھی کتروانا مکروہ قرار دیتے ہیں"۔ (ناشر)

مگر چونکہ اس طرح کا عمل بدنمائی پیدا کرتا ہے اور بسا اوقات صورت بگڑ جاتی ہے اور لوگوں کو استہزاء اور تذلیل کا موقع ملتا ہے اور یہ چیز جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ناپسند تھی، نیز آپ اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض میں کترا کرتے تھے، اس لیے اس کی حد معلوم کرنی ضروری سمجھی گئی۔

چونکہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے افعال اور اقوال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اس لیے اُن کے عمل کو اس بارہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترازو بنایا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سُنّتوں کی پیروی میں نہایت زیادہ پیش پیش رہنے والے ہیں، اُن کے عمل کو بطورِ معیار پیش کیا ہے۔

وکان ابن عمر رضی اللہ عنھما اذا حج او اعتمر قبض علی اللحیۃ فما فضل اخذہ

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصّہ زائد ہوتا تھا اس کو کترو ادیتے تھے۔"

جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عرض اور طول میں ڈاڑھی کا کترنا اسی مقدار اور کیفیّت سے ہوتا تھا، علاوہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے، حافظ ابن حجرؒ شرح بخاری میں طبری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقال قوم اذا زاد علی القبضة یؤخذ الزائد ثم ساق بسنده الی ابن عمر انه فعل ذلك والی عمر انه فعل ذلك برجل ومن طریق ابی هریرة رض انه فعله

(فتح الباری ج ۱۰ آخر باب تقلیم الاظفار قبیل اعفاء اللحی)

"یعنی ایک جماعت کہتی ہے کہ ڈاڑھی جب ایک مشت سے زائد ہوجائے تو اس زائد کو کتر دیا جائے، پھر طبری نے، اپنی سند سے . . . ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت عمرؓ سے روایت کیا کہ اُنھوں نے ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا کہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔"

اسی عمل اور طریقہ کو فقہاء حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ نے کتُبِ فقہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

عن جابر رضی الله عنه قال کنا نعفی السبال الّا فی حج او عمرة

(ابوداؤد ص ۲۲۰ ج ۲)

"یعنی ہم لوگ ڈاڑھی کے اگلے اور لٹکنے والے حصّہ کو بڑھا ہوا رکھتے تھے، مگر حج اور عمرہ میں۔"

یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہوکر کتر دیا کرتے تھے جس کی تفصیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوگئی ہے

اسی حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ شرح بخاری ص ۲۹۹ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں۔

"واخرج ابوداؤد من حدیث جابر بسند حسن قال کنا نعفی السبال

الا فی حج او عمرة وقوله نعفی بضم اوله وتشدید الفاء ای نترکه وافراد هٰذا یؤید مانقل عن ابن عمر السبال بکسر المهملة وتخفیف الموحدة جمع سبلة بفتحتین وهی ماطال من شعر اللحیة فاشار جابر الی انهم یقصرون منها فی النسك ۔"

یہ حدیث صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ عام صحابہ کرامؓ تمام سال میں ڈاڑھی کا اگلا اور لانبا حصّہ کترواتے نہیں تھے ہاں جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو ایک مُشت سے زائد حصّہ کتروا دیتے تھے

عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رأیت النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رأیت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی القوم فقال ابن عباس ان رسول اللّٰہ کان یقول انّ الشیطان لا یستطیع ان یتشبه بی فمن رأنی فی النوم فقد رأنی هل تستطیع ان تنعت هٰذا الرجل الذی رأیته فی النوم قال نعم انعت لك رجلاً بین الرجلین جسمه ولحمه اسمر الی البیاض اکحل العینین حسن الضحك جمیل دوائر الوجه قد ملأت ما بین هذه الی هٰذه وقد ملأت نحره قال عوف ولا ادری ماکان مع هذا النعت فقال ابن عباسؓ لو رأیته فی الیقظة ما استطعت ان تنعت فوق هٰذا ۔" (ترمذی فی الشمائل ص ۳۰)

یزید فارسی جو کہ مصاحف لکھا کرتے تھے ۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مَیں نے حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا تو ابن عبّاس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میری صُورت نہیں بنا سکتا ، اس لیے جس شخص نے بھی مجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے مجھ ہی کو دیکھا کیا تم اس شخص کا جس کو خواب میں دیکھا ہے حُلیہ بیان کر سکتے ہو ؟ مَیں نے کہا ہاں ! وہ متوسط بدن اور قامت کا تھا ، گندم گوں سفیدی مائل ، سرگیں آنکھوں والا ، اچھا ہنسنے والا ، چہرہ کے خُوب صُورت دائروں والا ۔ اُس کی ڈاڑھی نے

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کا یہ فرمانا جو آپ ذکر فرماتے ہیں بالکل غلط ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے یا نفسانی خواہشات سے ایسا واقع ہوا ہے، فقہاءِ حنفیہ، شافعیہ وغیرہ کی تصریحات پر آپ کو عمل کرنا چاہیے، مودودی صاحب کی تصانیف اس قسم کی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں، اُن کے مطالعہ سے بچنا چاہیے۔

مودودی صاحب علومِ دینیہ کے فاضل نہیں ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا کہ

"جب مولانا مودودی جیسے فاضل نے یہ کہا کہ چھوٹا اور بڑا ہونا برابر ہے تو منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ عُلماء کا اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ ملک کے رواج کے مطابق رکھ بھی سکتا ہے اور منڈوا بھی سکتا ہے۔"

خود ان کی تصریح کے خلاف ہے، "وہ کسی مشہور دینی درس گاہ کے سند یافتہ نہیں ہیں" نہ کسی ایسی درس گاہ میں اُنھوں نے پڑھا ہے نہ کسی مشہور دینی فاضل کے یہاں علوم دینیہ کی تحصیل کی ہے ان اُمور کا خود اُن کو اور اُن کے متبعین کو اقرار ہے۔ اُن کا مبلغ علم صرف مطالعہ ہے اس پر آپ کا ارشاد کہ

"منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا، عُلما نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے"

انتہائی ظلم اور عُلما سے بہت شنیع بدظنی ہے اور جناب رسول اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد

خَالِفُوا المشرکِینَ قَصُّوا الشَّوَارِب ووفروا اللّحی

"مُشرکوں کے برخلاف کرو مُونچھیں کترواؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ"

سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین

مودودیوں کا اتباعِ کتاب اور سُنّت کا ڈھول پیٹنا اور اس طرح سُنّتِ رسول علیہ السّلام اور عملِ صحابہ کی مخالفت کرنا انتہائی تعجب خیز ہے۔ والی اللہ المشتکی۔

نوٹ

میں دوسرے اشکال کا جواب بھی عنقریب کسی فرصت میں پیش کروں گا، مگر مہربانی فرما کر ڈاڑھی

یہاں سے یہاں تک (دائیں سے بائیں تک) کے حصّہ کو بھر دیا ہے اور سینہ کو بھر دیا ہُوا ہے۔ (پہلے کلام میں ڈاڑھی کی چوڑائی اور دوسرے میں لمبائی بتائی ہے۔)

راوی عوف نے کہا کہ اس کے علاوہ جو چیزیں حلیہ کی ذکر کی تھیں۔ اُن کو میں اِس وقت نہیں جانتا، یعنی بھُول گیا تو حضرت ابن عبّاس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ اگر تم جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جاگتے ہُوئے دیکھتے تو اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتے۔"

یہ روایت خاص طور پر بتلا رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ڈاڑھی لانبی اور چوڑی اتنی تھی کہ سینۂ مُبارک کی لمبائی اور چوڑائی کو اُس نے ڈھک رکھا تھا۔

(الف) ان روایاتِ معتبرہ پر غور فرمایئے، آیا ان سے وہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ جس کو آپ نے ترجمان سے نقل فرمایا، اس کے برعکس سابقین انبیاء علیہم السّلام سبھوں کا عمل کم از کم ایک مُشت بلکہ اس سے زائد ڈاڑھی رکھنے کا ظاہر ہوتا ہے۔

(ب) نیز جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ڈاڑھی مُبارک کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے زائد ثابت ہوتی ہے۔ جس میں تخلیل فرماتے تھے۔ کنگھی سے دُرست فرمایا کرتے تھے۔ وہ اتنی بڑی گنجان تھی کہ اُس نے سینۂ مُبارک کے اوپر کے حصّہ کے طول و عرض کو بھر لیا تھا۔

(ج) حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صراحۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مُشت یا اس سے زائد ڈاڑھی رکھتے تھے اور رکھواتے تھے۔

(د) تمام دوسرے صحابہ کا بھی یہی عمل ہونا التزاماً ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ڈاڑھی لمبی رکھتے تھے، بجز حج اور عمرہ کے کترواتے نہیں تھے۔

(ہ) جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام اور اُمّت کو ڈاڑھی بڑھانے کا بلا تحدید و تقیید ارشاد اور حکم فرمایا ہے۔

(و) اس عمل کو بلا تحدید مُسلمانوں کے لیے ما بہ التمیز قرار دیا ہے، جو کہ اُن کا مخصوص شعار اور یونیفارم ہوگا نہ منڈوانا جائز ہوگا، نہ خشخشی رکھنا نہ چھوٹی رکھنا۔

کے متعلق اس پرچہ ترجمان کا نمبر، مہینہ صفحہ بھی تحریر فرما دیجیے تاکہ علاّمہ موصوف کی عبارت کا حوالہ صحیح طور پر دیا جاسکے۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۱۵ ار محرم الحرام ۱۳۷۱ھ

ڈاڑھی رکھ کر انسان کتنی خیر و برکت حاصل کر لیتا ہے اور اس کو چھوڑ کر کتنی بڑی محرومی میں مُبتلا رہتا ہے اس کا اندازہ اس حدیث شریف سے لگایا جاسکتا ہے جس میں نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے

ان للہ ملائکۃ تسبیحھم سبحان من زین الرجال باللحاء والنساء بالقرون والذوائب۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۶ ص ۱۳۰ کتاب الدیات

ترجمہ: اللہ کے ایسے فرشتے بھی ہیں جن کا ذکر (عبادت) بس یہ ہے پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھیوں سے مزیّن فرمایا اور عورتوں کو زلفوں اور گیسوؤں سے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

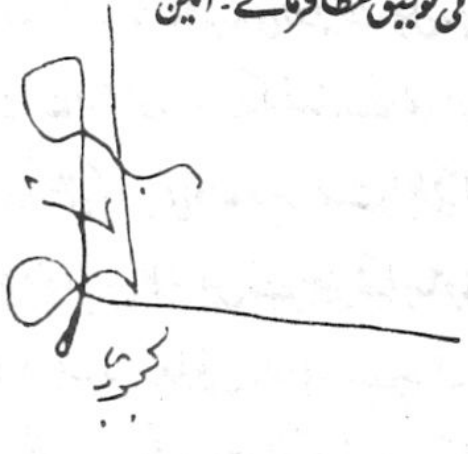

اعلان

اُن حضرات کو ایک سال کے لیے مفت رسالہ جاری کیا جائے گا۔ جو رسالہ کے سات خریدار بنائیں گے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

کیسٹ نمبر ۲۳ سائیڈ اے ۸۳-۸-۵

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے مناقب کی روایت چل رہی تھی، اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی مشابہت ہے اُن سے یہودیوں نے بغض رکھا حتّٰی کہ اُن کی والدہ پر تہمت لگائی اور عیسائیوں نے محبّت بڑھائی حتّٰی کہ اُن کو اُس مقام پر پہنچا دیا جو مقام اُن کا نہیں ہے یعنی خُدا بنا دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگوں کو نقصان ہوگا وہ برباد ہوجائیں گے ایک مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وہ آدمی جو مجھ سے بہت زیادہ محبّت کا دعویٰ کرتا ہو اور اُس میں غلو کرتا ہو یُقَرِّظُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وہ میری تعریف میں وہ باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ عبداللہ بن سبا ایک شخص گزرا ہے اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبّت کا دعویٰ کیا، یہ یہودی تھا مُسلمان ہُوا۔ پھر اُس کے بارے میں معلومات ہُوئیں کہ یہ خرابی مچا رہا ہے یہ کوفہ میں رہا۔ وہاں سے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو منتقل کیا گیا ـــــ اور شام بھیج دیا گیا، لیکن یہ اسی طرح مصر چلا گیا۔ مصر جاکر اُس نے اس طرح کی باتیں سُنائیں کہ سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ کا درجہ سب سے بُلند ہے۔ صحابہ کرام میں اور اس سے بھی کچھ آگے بڑھنا شروع کر دیا اس چیز پر اہلِ مصر کے جو

...مار تھے۔ اُنھوں نے اِس کی بات قبول نہ کی۔ پھر اس نے اور طرح کے ساتھی پیدا کیے اُنھوں نے سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرنی شروع کی تو اِس نے فضا بنانی چاہی تھی ایسی ...ہ اسلام میں رخنہ اندازی کرے جیسے یہودی کہتے ہیں عُزَیْرُنِ ابْنُ اللّٰہِ کہ حضرت عُزیر خُدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی کہتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السّلام یہ ابن اللہ ہیں اللہ کے بیٹے ہیں حضرت عزیر علیہ السّلام کا ایک معجزہ ہُوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دی اور سو سال بعد دوبارہ اُن کو حیات بخشی اور وہ اپنے علاقے میں آئے وہاں توراۃ محفوظ نہیں رہی تھی توراۃ کو پھر سے رائج کیا اور پہنچایا اُس کی تبلیغ کی اُسے محفوظ کرایا تو ایک سو سال کے بعد آدمی اگر اُٹھ کر آجائے تو پھر یہ عجیب سی چیز تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں عبداللہ بن سبا اُس عقیدہ سے ہٹ کر اسلام میں آیا تھا مگر پُوری طرح نہیں ہٹا۔ یہودیت پر رہا یا یہ کہا جائے کہ سازش کے تحت اُس نے اسلام قبول کیا تاکہ اسلام میں خرابی داخل کر دے تو اُس نے اسلام میں خرابی داخل کرنے کی کوشش کی، لیکن حضرت علی رضی ... کو حد سے بڑھانے والی اس کی باتیں جب نہیں چلیں تو پھر دوسرا دعوٰی شروع کر دیا۔ دوسری طرح فضا بنانی شروع کی اُس میں یہ تھا کہ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا بنائی کیونکہ یہ باتیں وہ تھیں جو چل رہی تھیں پبلک میں جو اُس نے متعدّد جگہ سُنیں کوفہ میں سُنیں اور علاقوں میں سُنیں، وہ باتیں کچھ اُس نے بڑھائی شروع کیں اور اُس نے جو بڑے بڑے صحابہ کرام تھے اُن کی اولاد کو ساتھ ملا لیا ایک محمد بن ابی حذیفہ ہیں اور ایک یہ محمّد بن ابی بکر ہیں یہ دونوں کے دونوں صحابی نہیں ہیں تابعی ہیں۔ صحابہ کی اولاد ہیں وہ اولاد کہ جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں دیکھا وہ تابعی ہیں بہت سے صحابہ کرام کی اولاد میں بہت سے لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے وہ صحابی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ یہ صحابہ کرام میں ہیں، بہت لوگ ہیں ایسے بہت ایسے ہیں جو صحابی نہیں ہیں بعد کی پیدائش ہے جن حضرات کی تو یہ اُن میں ہیں۔ دونوں صحابی نہیں ہیں اِنھوں نے اُس کی باتیں قبول کیں اُس کا اثر قبول کیا وہاں بھی ایک فضا تیّار ہوگئی۔ یہی شخص کوفہ میں آگیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے اور یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ جب وہ وہاں سے رُخصت ہو رہے تھے۔ مدینہ منوّرہ سے تو کچھ لوگوں نے کہا نہ جائیں آپ یہیں رہیں کیونکہ آپ سے پہلے خلفاء کرام مدینہ میں رہے ہیں

چھوڑنا نہیں ہے مدینہ کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ اشارہ کیا اس طرف اور کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اگر گئے تو ممکن ہے کہ آپ کو نقصان ہو جائے جانی نقصان ہو جائے اُنھوں نے فرمایا کہ جانی نقصان تو ہونا ہی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے بتلایا ہے کہ میری موت اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ میری ڈاڑھی ــــ سر کے خون سے رنگین نہ ہو یعنی مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوگا اور وہ کامیاب ہوگا۔ اُس میں میرے اس جگہ زخم آئے گا اُس زخم سے خون بہے گا اور وہ میری ڈاڑھی تک آئے گا۔ جب یہ ہوگا تو میری موت ہوگی اُس سے پہلے نہیں ہوگی اِسی طرح اور بھی ــــ چیزیں بتائی ہوں گی بہرحال وہ روانہ ہُوئے اور کُوفہ کو مُستقر بنایا اُنھوں نے عارضی مُستقر بنایا ہو یا مُستقل بہرحال کُوفہ میں رہنا پڑا اُن کو کیونکہ جنگی نُقطۂ نظر سے مدینہ منوّرہ ایک طرف ہو جاتا ان کا ذہن جیسے علمی تھا ویسے ہی بہت اچھا (جنگی) نقشہ بنانے والا بھی تھا تو جنگ کے نقشہ کے لحاظ سے اس میں کوئی غلطی نہیں تھی وہ بالکل ٹھیک تھی اور اُن کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب آئے اُنھوں نے بھی آپ خیال کریں تو دِمشق کو ہی دار الخلافہ رکھا ہے بجائے مدینہ شریف کے اور اُن کے اور بعد خلفاء عبّاسی آئے اور اُنھوں نے بغداد کو بنایا دار الخلافہ یہ اور بھی دُور ہو گئے ــــ اور اس کی وجہ یہی تھی کہ علاقے فتح ہوتے جا رہے تھے تو ضرورت پڑتی تھی کہ یہاں فوجیں بھیجی جائیں خبریں فوراً پہنچیں وغیرہ وغیرہ تو اس لیے انھوں نے ایسا کیا اور یہ فوج کے بڑے بڑے مراکز تھے ایک بصرہ تھا اور ایک کُوفہ تھا۔ جنوبی حصّہ سندھ تک کا یہ بصرہ کے تحت تھا اور کُوفہ کے تحت شمالی علاقہ بخارا تک کا رہا ہے بعد تک، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگی نقطہ نظر سے اپنا مُستقر بنایا کُوفہ کو وہاں وہ رہے۔ بعد میں خلفائے عبّاسیہ نے کُوفہ کے نزدیک بنایا یعنی بغداد کو ــــ کُوفہ بھی عراق میں ہے بغداد بھی عراق میں ہے۔ یہ بغداد اور کُوفہ دونوں شہر ہیں۔ ان کے درمیان بہت فاصلہ نہیں ہے۔ بغداد تو اُس وقت مدائن کا علاقہ تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اختلاف کسی نے کیا تھا تو اِن دونوں میں معلوم یہی ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ہی زیادہ بہتر تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ کامیابی ہُوئی یا نہیں ہُوئی اور کامیابی ہُوئی اور ساتھی ہی خراب تھے کامیابی ہوتے ہوتے رہ گئی تو یہ الگ چیز ہے جیسے صِفّین میں کامیابی ہو گئی اور پھر اُنھوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا جنگ بند کرنے کا ایسے وقت کہ جب بالکل فتح ہونے والی تھی اُس میں پھر اِن کے

کچھ ساتھی ایسے تھے جو نہیں مانتے تھے بات اور کچھ مانتے تھے ۔ تو دو طرح کے ساتھی جب جمع ہو جائیں تو بڑی دِقّت پیش آجاتی ہے، کُوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیام دو دفعہ ہُوا ہے ایک دفعہ تو جنگِ جَمل کے بعد مدینہ منورہ سے نکلے ہیں تو جنگِ جمل ہُوئی ہے۔ بصرہ تشریف لے آئے اس کے بعد کُوفہ تشریف لے آئے تو کچھ دیر قیام فرمایا ورنہ گزرنا ہی ہُوا ہے صفین کے لیے ادھر قیام مستقل زیادہ نہ ہو سکا صفین سے فراغت کے بعد پھر تشریف لائے ہیں کُوفہ کی طرف ادھر قیام ہُوا ہے تو آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد تھی، بہت سے اُن میں سے کُوفہ ہی رہ گئے تو اس بنا پر کُوفہ ایک ایسی جگہ ہے کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بیک وقت اتنی بڑی تعداد صحابہ کرام کی دُنیا میں کسی شہر میں نہیں تھی۔ کُوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرام اور اُن میں سے وہ حضرات تھے جو علمی اعتبار سے بے مثال تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے اور توجّہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ آثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضؓ کو تمہارے پاس بھیج کر اپنے اُوپر تمہیں ترجیح دی ہے وہاں فقہاء کی بڑی تعداد تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے ہیں وہاں تو چار سو آدمی فقاہت کی تکمیل کر چکے تھے۔ وہ اس درجہ پر ہو چکے تھے کہ فتوٰی دے سکیں اور باقی اِن کے علاوہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو دیکھا ملے تو تعریف فرمائی اور فرمایا کہ اَصْحَابُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ سُرُجُ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ ابن مسعود رضؓ کے جو شاگرد ہیں وہ اس شہر کے چراغ ہیں ایک دفعہ فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ مَلَأَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ عِلْمًا اللہ تعالٰی ابن اُمِ عبد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اُنھوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا اور خود وہ (ابن مسعود رضؓ) تو بہت بڑے آدمی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کُنَیْفٌ مُلِأَ عِلْمًا یہ علم سے بھرے ہُوئے ایک کوٹھا ہیں۔

اصل قاعدہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین خود سُنے کیس اور فیصلہ دے خلیفۂ وقت سب سے بڑا حق اُس کا ہے پھر وہ جس کو قائم مقام بنا دے اپنا یا جس کو وہ اجازت دے دے ۔ کیونکہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتا اور ہر ایک اُس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس واسطے شہروں میں قصبات میں جہاں جہاں اُس کی طرف سے مامور ہوں اجازت یافتہ لوگ ہوں وہ سُنیں گے کیس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کُوفہ تشریف لے آئے ہیں تو وہاں ایک صاحب تھے شُرَیح اُن کا اسمِ گرامی تھا۔ جب

کوفہ بسایا گیا تو اُس کے کچھ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دَور میں اُن کو قاضی مقرر کردیا گیا اور تقریباً ۱۵ھ کے کچھ بعد اُنھیں کوفہ کا قاضی مقرر کردیا تھا۔ اُنھوں نے علم بہت محنت سے حاصل کیا۔ صحابہ سے پُوچھ پُوچھ کے تمام چیزیں جمع کر رکھی تھیں۔ ذہن بہت اچھا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں فیصلے کرتے کرتے خاصا عرصہ گزر چکا تھا۔ تجربہ کافی ہوچکا تھا تو اُن کے تشریف لاتے ہی قاضی شُریح نے کہا کہ اب آئندہ جناب خود کیس سُنیں گے۔ میں مستعفی ہوتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے تو بہت کام ہوتے ہیں۔ میں تمہاری مجلسِ قضا میں آؤں گا اور دیکھوں گا تم فیصلے کیسے کرتے ہو؟ سُنتے کیسے ہو پھر فیصلہ کیسے دیتے ہو؟ میں تمہاری مجلسِ قضا میں آؤں گا ابھی تم ہی کرو فیصلے، وہ تشریف لے گئے وہاں اور دیکھا کہ وہ کیس سُنتے ہیں پھر کیسے تجزیہ کرتے ہیں اور پھر کیسے فیصلہ دیتے ہیں اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا قُمْ یَا شُرَیْحُ فَاَنْتَ اَقْضَا الْعَرَبِ تم بہترین فیصلہ دیتے ہو اور فرمایا کہ تم ہی کرتے رہو یہ کام، کیونکہ مجھے اور کام ہیں تم اسے اچھی طرح کر سکتے ہو۔

انھی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِس یہودی نے میری ذرع لے لی ہے تو قاضی شُریح نے کہا کہ کوئی گواہ ہے جناب کا، یہ نہیں تھا کہ خود امیر المؤمنین کا کہہ دینا ہی کافی ہو بلکہ امیر المومنین کے لیے بھی گواہ ہونے چاہییں جو فیصد ہے شرعی وہ تو ہوگا۔ تو کوئی گواہ ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں یہ ہے اپنے بیٹے کا نام لیا، اُنھوں نے کہا کہ یہ بیٹے ہیں۔ بیٹوں کی گواہی نہیں بیٹے کے علاوہ کوئی اور ہو کیونکہ بیٹے پہ یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اُس نے باپ کی جانبداری کی ہے یا باپ کی بات مان لی ہے یا باپ کے اَدب میں ایسی بات کردی ہے گواہی دے دی جھُوٹی یہ الزام اُس پر بآسانی آسکتا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِن کی تعریف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کی ہے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ہے، محبّت کا اظہار فرمایا ہے تو جس کی تعریف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کریں اور جس سے محبّت فرمائیں آپ تو ایسے ہے جیسے خدا کی محبّت تو ان کا درجہ کوئی کم نہیں ہے تو اُنھوں نے کہا کہ آپ سے تو اِن کا رشتہ بیٹے کا بنتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات پسند کی اور اس قاعدہ کو تسلیم کیا اور پھر تشریف لے آئے اور اُس یہودی پر یہ اثر ہُوا کہ وہ مُسلمان ہوگیا۔ یہ قصّہ جو نقل کیا جاتا ہے یہ قاضی شُریح رحؒ کا ہے

وہ رہے ہیں قاضی حضرت معاویہ رضؓ کے دَور میں اور پھر اور اُس کے بعد کے دَور میں حتّٰی کہ ۷۵ھ میں حجاج بن یُوسف آیا ہے اُس وقت تک وہ زندہ تھے اور قاضی رہے تقریباً ساٹھ سال رہے۔

صحابہ کرام میں چیدہ چیدہ اِدھر آگئے اور جو اُن کے تلامذہ تھے ان کی ذہانت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی سب صحابہ کرام شہادت دیتے ہیں کہ بہت بڑا تھا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات، ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان کا علم بہت بڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خود اُنھیں علم سے نوازا تھا۔ وہ تعریف جس کی کردیں تو وہ مہر ہوگئی جیسے، تو اُنھوں نے تعریف کی یہاں کے فقہاء کی بھی اور ان کی بھی جو ابن مسعود کے شاگرد ہیں تو اُن (حضرت علی رضؓ) کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام یہاں پر آگئے اس واسطے کُوفہ کو لکھتے ہیں لوگ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ تو قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ اسی لحاظ سے ہوگیا اتنا بڑا درجہ کسی اور جگہ کا نہیں ہے اُس سے کچھ فاصلہ پر ایک مقام ہے قرقیسیہ کچھ صحابہ کرام کُوفہ سے قرقیسیہ چلے گئے وہاں بھی چھ سو کے قریب صحابہ کرام ہیں اور یہاں کُوفہ میں پندرہ سو ایسے تھے جنھوں نے وہاں وطن بنا لیا اپنا اور باقی جو بس آئے اور چلے گئے انھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں تو خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں یہ حضرات بھی آئے ہیں اُن کے ساتھ اور صحابہ کرام جو ہوں گے۔ وہ بھی آئے ہیں تو جو لوگ اسماء الرجال کے واقف ہیں۔ یعنی صحابہ کرام کے حالات کے وہ کہتے ہیں کہ مصر کا علاقہ پُورا ایک مُلک شمار ہوتا آیا ہے۔ مصر جب فتح ہُوا اور وہاں جو صحابہ کرام رہے تو اُن کو کام کرنا پڑا اور آگے اطراف تک کام کرنا پڑا جو "بربری" قوم ہے "بربر" اُن کی فتوحات اور اُن سے لڑائیاں ہوتی ہیں تو وہاں صحابہ کرام کا اس وقت فوجی ہیڈ کوارٹر جو تھا وہ مصر تھا، مصر سے شمالی حملوں کا بھی جواب دیتے ہیں جو اٹلی وغیرہ کی طرف سے عیسائی کیا کرتے تھے اور اُدھر اگر کہیں بغاوت ہو جاتی تھی مغربی سمت الجزائر تک اسی کنارے پر مراکش ہے لیبیا ہے۔ الجزائر ہے، اِن سب علاقوں میں سے کسی علاقے میں تو اس کا بھی سدِّباب کرنا اور وہاں حکومت قائم رکھنا ضروری تھا، تو وہاں بہت بڑی تعداد ہونی چاہیے تھی صحابہ کرام کی کیونکہ یہ برِّاعظم کا پُورا شمالی حصّہ ہوگیا۔

لیکن یہاں مصر میں جو صحابہ کرام کی تعداد شمار کی جاتی ہے وہ صرف تین سو ہے اور کُوفہ ایک شہر ہے اُس میں پندرہ سو اور قرقیسیہ ایک جگہ ہے وہاں چھ سو صحابہ کرام تھے، اتنی بڑی تعداد

فقہاء کی اور علماءِ صحابہ کرام کی کسی اور علاقے میں نہیں ملتی اسی طرح قراءت جو ہے آپ کی، قرآنِ پاک جس طرح پڑھتے ہیں یہ روایت حفص کہلاتی ہے یہ بھی وہی کوفہ ہی کی ہے اور یہ جو، ہم حنفی ہیں تو امام اعظمؒ کی فقہاہت اور دوسری چیزیں سب کوفہ ہی کی ہیں۔

کوفہ والوں میں حنفی جو ہیں یہ لیتے ہیں ——— حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم یہ تین افراد مدار ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں علقمہؒ ہیں اسودؒ ہیں۔ اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان سے فیض حاصل کیا، قرّاء میں شمار کیا جائے تو کوفہ میں قرّاء سبعہ (قراءۃ کے سات اماموں) میں سے تین فقط کوفہ کے ہیں باقی چار جو ہیں ساری دُنیا کے اور قرّاء عشرہ اگر لیے جائیں تو اُن میں سے چار ہو جاتے ہیں صرف کوفہ کے تو قراءت بھی یہاں، حدیث بھی زیادہ یہاں امام بخاری نے شمار کرایا ہے کہ فلاں جگہ میں اتنی دفعہ گیا فلاں جگہ اتنی دفعہ گیا فلاں جگہ اتنی دفعہ، کئی جگہیں شمار کرائی ہیں۔ کوفہ کا بھی شمار کرایا ہے فرماتے ہیں لَا اُحْصِیْ مَا دَخَلْتُ الْکُوْفَۃَ کوفہ کو میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی دفعہ گیا ہوں تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو مرکز بنایا مُستقر بنایا اور کوفہ ایک فوجی مستقر تو پہلے سے تھا ہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بنایا اور آباد کیا۔

اُنھوں نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اس علاقہ میں کام کرتے رہے ہیں جہاد کرتے رہے ہیں اُن کو چاہیے کہ اپنے رہنے کے لیے اس قسم کی آب و ہوا والی جگہ ڈھونڈیں جو ہمارے مدینہ منوّرہ اور مکّہ مکرّمہ کی آب و ہوا سے ملتی جلتی ہُوا، وہ علاقہ تلاش کرلیں، تلاش کیا اُنھوں نے تو کوفہ کا حصّہ ایسا ہی پایا جس کی آب و ہوا مدینہ منوّرہ سے ملتی جلتی ہے تو اُنھوں نے یہاں زمینیں الاٹ کر دیں رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ ہُوئی، تقطیع ہُوئی تو پھر جو فاتحین تھے۔ ایران جنھوں نے فتح کیا اور اُس کے علاوہ آذربائیجان اور دیگر علاقے فتح ہُوئے۔ یہ سب کے سب پھر یہیں رہتے چلے گئے اس بناء پہ یہاں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ نے اس جگہ کا انتخاب فرمایا انتخاب اپنے اعتبار سے دُرست تھا، یہ بات الگ ہے کہ وہاں کی فضا ایسی تھی کہ جو نا قابلِ اعتبار جیسی تھی وہ لوگ قابلِ اعتبار نہیں تھے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ نومسلموں کی کافی ——— کثرت تھی، ایرانیوں کی کثرت تھی جو صحیح طرح مُسلمان نہیں ہُوئے تھے اور سازشیں کیا کرتے تھے انھی کی سازشوں

سے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، کیونکہ مدینہ شریف میں اُن کی تعداد بڑھ گئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابن عبّاس رضؓ سے قَدْ کُنْتَ اَنْتَ وَ اَبُوْكَ تم اور تمہارے والد یہ چاہا کرتے تھے کہ اَنْ یَّکْثُرَ الْعُرُوْجُ فِی الْمَدِیْنَۃِ یہ مدینہ منوّرہ یہ جو عِرْج ہے ایرانی کاشتکار وغیرہ جو کام کرنے والے کارندے ہیں ان کی تعداد بڑھ جائے میری رائے اس کے خلاف تھی۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے کہا کہ اَب اس ایرانی نے ایسی حرکت کی ہے آپ کو زخمی کیا ہے ہم ان سب کو مارے دیتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے کے باوجود جو عدل و انصاف کیا ہے وہ بے مثال ہے وہ فرماتے ہیں کہ کَذَبْتَ کَذَبْتَ یہ محاورہ ہے اُن کا حجاز کی لغت کا کَذَبْتَ بمعنی اَخْطَأْتَ ہوتا ہے یہ غلط بات کہہ رہے ہیں آپ بَعْدَ مَا تَکَلَّمُوْا بِلِسَانِنَا ہماری زبان میں وہ گفتگو کرتے اور نماز پڑھتے ہیں بظاہر مسلمان ہو گئے ہیں اَب اُن کو مارنا یہ تو غلط ہے یہ نہیں ہو سکتا لیکن میری رائے یہ تھی کہ یہ نہ آئیں کیونکہ یہ کسی بھی وقت سازش کر سکتے ہیں۔ نقصان پہنچا سکتے ہیں، لیکن تم اور تمہارے والد یعنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ یہاں ان کی تعداد بڑھے ـــــ جتنے بھی ہوں رہیں اور میں اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ اور اس قسم کے دوسرے لوگ بڑھ گئے اور پروپیگنڈے بڑھ گئے اور افواہیں بڑھ گئیں تو لوگوں کے ذہن جو تھے وہ ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ گئے یہ خرابی کوفہ میں پیدا ہوئی۔ پورے عراق میں یہ خرابی تھی تو حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جن دنوں کوفہ میں تھے اُن دنوں میں ابن سبا آگیا اس کے بارے میں ان کو معلوم ہوا کہ وہ مجھے کچھ کہتا ہے۔ یہ واقعہ مسندِ ابی حنیفہ رحؒ میں ہے۔ کہ اُس کو بلایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ جو کچھ کہتے ہو تم یہ اللہ اور رسول کی طرف نسبت کر کر کہتے ہو یا میری طرف نسبت کر کے کہتے ہو یا اپنی طرف سے کہتے ہو، میں ایسی باتیں سُنتا ہوں جو مناسب نہیں ہیں نامناسب ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ یہ مَیں اپنی طرف سے کہتا ہوں ـــــــــ فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا کہ خُدا اور رسول کی طرف نسبت کرتا ہوں تو مَیں تجھے سزا دیتا۔ اُس وقت تک یہ باتیں اتنی شدید نہیں تھیں، لیکن یہ موقع پاتا گیا اور بڑھاتا گیا ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا جو کہنے لگا کہ حضرت علی رضؓ جو ہیں یہ اِلٰہ ہیں۔ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اندر آیا ہوا ہے اس شکل میں آج کل جلوہ گر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھیجا لوگوں کو کہ اُن کے پاس جاؤ اور جلا دو تو اُن کا گھیراؤ کیا اور جلا دیا گیا حضرت ابن عبّاس فرماتے ہیں کہ میں اگر موجود ہوتا تو منع کرتا، مَیں وہاں موجود نہیں تھا وہ بصرہ میں تھے

بصرہ کے گورنر بنا دیے گئے تھے تو فرماتے تھے جب سُنا اُنھوں نے یہ واقعہ کہ میں ہوتا تو اُن سے گزارش کرتا کہ ایسے نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا یَحِلُّ التَّعْذِیْبُ بِالنَّارِ اِلَّا لِرَبِّ النَّارِ (او کما قال علیہ السلام) یہ آگ کا عذاب جو ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں باقی کسی کے لیے یہ جائز نہیں تو میں یہ نہ کہتا بلکہ میں یہ کہتا کہ مار دیجیے اُنھیں یہ نہ کہتا کہ آگ سے جلا دیجیے تو جو لوگ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی اللہ ہیں اُن کو تو جلوا[1] دیا اُنھوں نے باقی یہ جو تھا ابن سبا شرارتیں کرتا رہا ہے محبت کے بیج بوتا رہا ہے۔ دعوے کرتا رہا ہے، لیکن یہ نہیں کیا تھا اُس نے صراحتاً وہاں، تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری وجہ سے دو قسم کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے ایک مُحبِّ مُفرِط جو حد سے زیادہ بڑھا ہُوا ہو۔ محبت میں دعویٰ رکھتا ہو یُقَرِّظُنِیْ بما لیس فِیَّ میری طرف وہ باتیں تعریف میں منسوب کرتا ہے کہ جو مجھ میں نہیں ہے وہ آدمی برباد ہو جائے گا اور دوسرا وہ کہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اُن کا ذکر انشاء اللہ اگلے درس میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح محبت عطا فرمائے اُن کی اور آخرت میں ساتھ عطا فرمائے۔

---

[1] حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ العزیز نے ایک بار گھر میں یہ واقعہ مجھے سُنایا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذہن مبارک میں اُن کو جلانے کی سزا شاید اس لیے آئی ہو کہ جب وہ مجھے اللہ کہتے ہیں تو پھر میں اُن کے گمان کے مطابق آگ کا عذاب بھی دے سکتا ہوں۔ بنا بریں اُنھوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ہو جبکہ نبی علیہ السلام کا فرمان "واقضاھم علی" ان کے بارے میں مُرَجِّح برحق ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس وقت تک ان کے اس اجتہاد پر مطلع نہ ہوئے ہوں واللہ اعلم۔ میری یہ بات سُن کر حضرت والد صاحبؒ نے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا البتہ محظوظ ضرور ہوئے۔ محمود میاں غفرلہٗ

زکوٰۃ

احکام اور مسائل

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

تم خدا کے فضل سے نمازی ہو۔ جماعت سے نماز ادا کرتے ہو۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اُس کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھ لیتے ہو۔ تم پُوری طرح سمجھ چکے ہو کہ نماز اللہ کی یاد کا ایک طریقہ ہے۔ جس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ عاجزی اور نیازمندی پیش کرتا ہے، اپنے دُکھ درد کی فریاد کرتا ہے اور جماعت میں شریک ہو کر جماعتی نظم، اتحاد، اتفاق اور مساوات کا سبق لیتا ہے اور تمام دُنیا کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمُود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

خدا کے فضل سے تم روزوں کے بھی عادی ہو، تمام دن بھُوکے پیاسے رہ کر ثابت کرتے ہو کہ ہمارا کھانا پینا اور ہمارے دل کی چاہ "حکمِ رب" کے تابع ہے۔ اس نے اجازت دی تو ہم نے کھایا، پیا۔ دل کی چاہ پُوری کی۔ اس نے منع کر دیا تو ہم رُک گئے۔ اس سے اپنے اوپر قابو پانے کی مشق بھی ہوتی ہے اور بھُوکے پیاسے، ضرورتمندوں کے دُکھ درد کا احساس بھی بیدار[1] ہوتا ہے جس سے خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی بڑھتی ہے۔ لیکن تمہارا ایمان یہ بھی ہے کہ جس طرح ہماری جان خدا کی دی ہوئی ہے۔ جب اُس نے چاہا ہمیں پیدا کیا۔ گوشت کے لوتھڑے میں جان ڈالی۔ جب چاہے گا یہ بخشی ہُوئی جان لے لیگا۔ اِسی طرح ہمارا مال بھی خدا کا دیا ہوا ہے۔ ہماری جس کوشش

---

[1] بیدار ہوتا ہے یعنی جاگتا ہے۔

کو چاہتا ہے وہ کامیاب کر دیتا ہے جس سے ہمارے ہاتھ کُھل جاتے ہیں، جیب بھر جاتی ہے۔ گھر میں رونق آجاتی ہے اور جب چاہتا ہے اپنی دی ہوئی دولت سمیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ فارسی کا یہ شعر جو عام طور پر زبانوں پر ہوتا ہے، ہمارا عقیدہ ہے:

در حقیقت مالکِ ہر شے خداست　　　این امانت چند روزہ نزدِ ماست

یعنی در حقیقت ہر ایک چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کی دی ہوئی چند روزہ امانت ہے۔

اچھا جب یہ سب مال و دولت، اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کی دی ہوئی نعمت ہے۔ تو انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حصہ رسدی تمہارے پاس رہے۔ باقی سب اللہ کی مخلوق پر خرچ ہو۔ دیکھو دریا کا پانی نالی کے راستے سے تمہارے کھیت میں پہنچتا ہے۔ یہ نالی حصہ رسدی یا اس سے کچھ زیادہ خود چُوس لیتی ہے۔ باقی سارا پانی جُوں کا توں کھیتوں اور باغیچوں کو پہونچا دیتی ہے جو تشنہ لب ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اِسی طرح تم بھی اگر دولت مند ہو تو ایک چشمہ ہو، ایک نہر ہو۔ اپنی پیاس بھرا اپنے پاس رکھو، باقی سب اللہ کی مخلوق پر صرف کر دو۔ جس کی زندگی کا چمن مُرجھا رہا ہے۔ کیونکہ یہ مخلوق "عیال اللہ" ہے۔ مالک کی دی ہوئی نعمت اس کی عیال پر صرف ہونی چاہیئے۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ کھیت سُوکھ رہا ہو اور تم چشمہ کے دہانہ پر پتھر کی چٹان رکھ دو یہ ایمان کی بات نہیں ہے، بلکہ بہت بڑا ظلم ہے اور پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ الآیۃ۔ سورۃ توبہ آیت: ۳۴ پارہ ۱۰:

ترجمہ: جو لوگ کنز کرتے ہیں (جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں) سونے اور چاندی کو اور راہِ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے۔ اُن کو سنا دو خبر دردناک عذاب کی۔ جس دن تاپا جائے گا اس خزانے کو نارِ جہنم میں۔ پھر اُس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں اور

پہلوؤں کو اور کہا جائے گا، یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے اور جوڑ کر رکھا تھا۔
پس چکھو اپنے جوڑے ہوئے کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَیْسَ بِالْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ[۱] (ترمذی شریف)

ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا ۔ یا رسول اللہ ۔ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا :۔

اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالنَّاسُ نِیَامٌ

سلام کا رواج عام کرنا ۔ کھانا کھلانا اور اس وقت نماز پڑھنا کہ لوگ سو رہے ہوں (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)

مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کا اِحسان ہے کہ اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ تمہارے بچے تلے خرچ سے جو فاضل بچے ، وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دو ۔ وجہ یہ ہے کہ جس خدائے ذوالجلال نے دینِ اسلام سے ہمیں نوازا ، وہ صرف حاکم ہی نہیں ہے بلکہ وہ رب اور پروردگار بھی ہے ۔ وہ ہماری فطرت اور اس کی صلاحیتوں یا کمزوریوں سے واقف ہی نہیں ہے بلکہ وہ خالق اور صانع ہے جس نے اِنسان کو انسان بنایا ۔ اُس کی فطرت خاص طرح کی رکھی ۔ اُس میں خاص خاص صلاحیتیں پیدا کیں ۔ وہ خُوب جانتا ہے کہ دولت کی محبّت اِنسانی فطرت ہے ۔ یہی سبب ہے کہ اِنسان ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے ۔ راحت و آرام قربان کر دیتا ہے اور اپنی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں کام میں لا کر دولت حاصل کرتا ہے ۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بال بچوں کی محبّت تقاضۂ فِطرت ہے ۔ اِنسان اپنے آپ سے زیادہ اپنی اولاد کی رفاہیت اور خوشحالی چاہتا ہے ۔ اس کی تمنا ہوتی ہے کہ جتنی ترقی اُس نے کی ہے ۔ اس سے بڑھ چڑھ کر اُس کی اولاد ترقی کرے ۔ اس تمنّا سے خود باپ کو کوئی فائدہ پہونچے یا نہ پہونچے ، البتہ ملک اور قوم کو ضرور فائدہ پہونچتا ہے ۔ کیونکہ نوجوانوں کی ترقی ملک اور قوم کی ترقی ہوتی ہے ۔ اور اس طرح پُورے عالم کی ترقی کا راستہ کھلتا ہے ۔

---

[۱] وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر لے اور پڑوسی بھوکا رہے ۔

وہ خالق اور رب ، جس طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کا پروردگار ہے۔ ایسے ہی وہ امیروں اور دولت مندوں کا بھی رب اور پروردگار ہے۔ جس طرح غریب اور کمزور انسان اُس کی عیال ہیں۔ ایسے ہی دولت منداور ان کے اہل وعیال بھی اس کی عیال ہیں۔

بیشک نہر، نالے اور چشمے تمام پانی تقسیم کردیتے ہیں۔ مگر اُن کے جگر قدرتی طور پر کھیت کی زمین سے زیادہ تر رہتے ہیں۔ جو درخت نالی کی ڈول ، نہر کی پٹری یا چشمہ کے آس پاس ہوتے ہیں وہ زیادہ سرسبز وشاداب رہتے ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے ، وہ غیر فطری باتوں کو حرام اور ناجائز قرار دے کر ختم کرتا ہے۔ اُس نے صرف چالیسواں حِصّہ تو ایسا رکھا کہ وہ اِس دولت مند کا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کا ہے۔ یہ حصہ اس کی ضرورتمند عیال پر صرف ہونا چاہیئے۔ اس کو اگر تم اپنے صرف میں لاتے ہو تو ضرورت مند فقیروں کا حصہ غصب کرتے ہو اس طرح اپنے تمام مال کو ناپاک کرلیتے ہو کیونکہ تمہاری پاک کمائی میں اگر غصب کا مال مِل جائے تو ساری کمائی ناپاک ہوجاتی ہے۔

اِس چالیسویں حِصّے کے علاوہ باقی ۳۹ حِصّے تمہارے ہیں۔ ان کو اپنے پاس جمع بھی رکھ سکتے ہو، کاروبار کو ترقی دینے ، جائداد اور املاک کو بڑھانے میں بھی صرف کر سکتے ہو، اپنی اولاد کے لیے پس انداز بھی کرسکتے ہو کہ وہ تمہارے پیچھے ضرورت مند محتاج نہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تم اپنی اولاد کو دولت مند خوش حال چھوڑو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

مگر یہ کبھی مت بھولو ، کہ اللہ تعالٰے کا حق اُن اُنتالیس حِصّوں پر بھی قائم ہے۔ اگر جہادِ عام جیسا معاملہ پیش آئے یا قحط جیسی کوئی عام مصیبت افرادِ ملّت کو گھیرلے۔ یا آنے والی نسل کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہو یا مثلاً کسی ایسی تیاری کا مسئلہ پیش ہو کہ مقابلہ کے وقت آپ کی قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ ایسے تمام موقعوں پر خود آپ کا اپنا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرو۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنی قوم اور مُلک وملّت کی تباہی مول

لیتے ہو اور خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہو۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ بقرۃ) آیت:۱۹۵ پارہ ۲:

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں۔

غزوۂ عسرت کا واقعہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل فرمائی تو حضرت عثمان رضؓ نے تین سو اُونٹ، دس ہزار دینار، چار ہزار درہم پیش کیے۔ فاروقِ اعظم رضؓ کے یہاں جو کچھ تھا، اُس کا آدھا لے آئے اور حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہ کمال کیا کہ جو کچھ تھا سب ہی لاکر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ یہ ہے قومی اور ملّی احساس جو ہر مسلمان میں ہونا چاہیئے۔ جس کی بنا پر وہ خود آگے بڑھ کر اپنی دولت خرچ کرے۔ جتنے زیادہ ولولہ اور شوق سے دولت خرچ کرے گا۔ اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۔ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ سورۃ البقرۃ ۔ آیت :۲۶۱ پارہ : ۳

وہ لوگ جو اپنا مال راہِ خُدا میں خرچ کرتے ہیں، اس خرچ کی مثال اس دانہ کی ہے جس میں سات خوشے نمودار ہوئے۔ ہر خوشے میں سو دانے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ملکی ضرورتوں کے لیے حکومتیں پبلک سے قرض لیا کرتی ہیں۔ دینی اور ملی ضرورتوں کے لیے جو رقم صرف کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ہمارے اوپر قرض ہے۔ ہم اس کا انعام بہت بڑھا چڑھا کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً۔ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ سورہ بقرۃ : آیت ۲۴۵ پ ۲

کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ قرض دے کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا اور فراخی دیتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یعنی جو کچھ ہے اسی کا ہے، تم خود بھی اُسی کے ہو۔ چندروزہ زندگی کے بعد اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ پھر دل تنگی اور بُخل کیسا۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرو۔

تعریف، حکم اور شرطیں

تعریف زکوٰۃ مال کے اس خاص حصّے کو کہتے ہیں جس کو خدا کے حکم کے موافق فقیروں، محتاجوں وغیرہ کو دے کر انہیں مالک بنا دیا جائے۔

حُکم زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثوں سے اس کی فرضیت ثابت ہے۔ جو شخص زکوٰۃ فرض ہونے سے اِنکار کرے وہ کافر ہے۔

شرطیں مسلمان[۱]، آزاد[۲]، عاقل[۳]، بالغ ہونا[۴]، نصاب[۵] کا مالک ہونا، نصاب[۶] کا اپنی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہُوا ہونا اور مالک[۷] ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گذر جانا۔ زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔

پس کافر، غلام، مجنوں اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اِسی طرح جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا مال تو نصاب کی برابر ہے۔ لیکن وہ قرضدار بھی ہے۔ یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا، تو ان حالتوں میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

مال، زکوٰۃ اور نصاب

کس کس مال میں زکوٰۃ فرض ہے (۱) مالِ تجارت میں (۲) سونے اور چاندی میں (۳) سونے چاندی سے بنی ہوئی تمام چیزوں میں جیسے اشرفی، روپے، زیور، برتن، گوٹہ، ٹھپّہ، آرائشی سامان وغیرہ، ان سب میں زکوٰۃ فرض ہے۔

سرکاری نوٹ سرکاری نوٹ، رسید کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کے نوٹ ہیں، اتنی رقم آپ کی سرکاری بنک میں جمع ہے۔ پس اگر یہ رقم بقدرِ نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جواہرات سُچے موتی یا جواہرات پر زکوٰۃ فرض نہیں، چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے۔

برتن اور مکانات وغیرہ تانبے وغیرہ کے برتن۔ کپڑے۔ مکان دوکان۔ کارخانہ، کتابیں۔ آرائشی سامان (جو سونے چاندی کا نہ ہو) دستکاروں کے اوزار، خواہ وہ کسی قیمت کے ہوں، خواہ ان سے کرایہ آتا ہو، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

البتہ اگر اُن میں سے کوئی چیز بھی تجارت کی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مالِ تجارت جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو، وہ مالِ تجارت ہے۔ خواہ کسی قسم کا مال ہو، یہاں تک کہ اینٹیں پتھر، مٹی کے برتن گھاس پھونس۔ اگر اُن کی تجارت کی جاتی ہے تو اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

نصاب کسے کہتے ہیں؟ جن مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اُن کی شریعت نے خاص خاص مقدار مقرر کر دی ہے۔ جب اتنی مقدار کسی کے پاس پوری ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ پس نصاب مال کی اس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔

چاندی کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ

چاندی کا نصاب باوٗن[له] تولہ چھ ماشہ ہے اور انگریزی روپیہ کے وزن سے جو ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا ہے۔ ۵۴ تولہ ۲ ماشہ۔ اور جبکہ زکوٰۃ میں چالیسواں حصّہ (۱/۴۰) دینا فرض ہوتا ہے۔ تو ۵۴ تولہ ۲ ماشہ کی زکوٰۃ ایک تولہ چار ماشہ دوٗ رتی چاندی ہوگی۔

سونے کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ

سونے کا نصاب سات تولے چھ ماشہ سونا ہوتا ہے۔ اس کی زکوٰۃ دوٗ ماشے دوٗ رتی سونا ہوئی۔

تجارتی مال کا نصاب

سونے چاندی سے تجارتی مال کی قیمت لگاؤ پھر اگر اس کی مالیت نصاب کی برابر یا اس سے زائد ہو تو چاندی یا سونے کا نصاب قائم کرکے اُس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرو۔

اصل کے بجائے قیمت

(۱) اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی کا چالیسواں حصّہ زکواۃ میں دو۔ مثلاً اگر غلّہ کی تجارت ہے تو تجارتی غلہ کا جس قدر اسٹاک ہے اُس کا چالیسواں حصّہ زکوٰۃ میں دے دو۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورت مندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے۔ کہ اس کی قیمت دیدو۔

(۲) اِسی طرح اگر تمہارے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً سو تولہ ہے تو فرض تو یہ ہے کہ ڈھائی تولہ چاندی دے دو۔ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کا کپڑا یا غلّہ خرید کر دیدو وہ بھی جائز ہے۔

(۳) اس موقع پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد یاد رکھو کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ بہتر اور افضل وہ ہے جو ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں اُس کا نفع زیادہ ہو۔ مثلاً

[له] وزن کے لحاظ سے۔ ادرہم سات مثقال کے ہوتے ہیں۔ دوسو درہم ۱۴۰ مثقال کے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس مثقال کا وزن چھ سو تیس ماشہ ہوگا۔ جس کے ساڑھے باون ۵۲½ تولے ہوتے ہیں۔

جو بھوکا ہے اس کو غلہ دو۔ ننگے کو کپڑا دو۔ اگر بھوکے ننگے کو کسی تاجر نے کتابیں دے دیں تو اس کی زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہوگی وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو ان کتابوں کو آدھی تہائی قیمت پر بیچے گا۔ اس سے اس کا نقصان ہوگا۔

(۴) یہ بھی یاد رکھو کہ چاندی کی زکوٰۃ اگر چاندی سے ادا کی جائے گی تو قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً کسی کے پاس خالص چاندی کے سو روپے ہیں۔ سال گذرنے کے بعد اُسے ڈھائی تولہ چاندی دینی چاہیئے۔ اب اسے اختیار ہے کہ وہ خالص چاندی کے دو روپے اور ایک خالص چاندی کی اٹھنی دے دے۔ یا چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا قیمت میں دو روپے کا ہو تو دو روپے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر ڈھائی تولہ خالص چاندی تین روپے کی ہو تو زکوٰۃ میں تین روپے دینے ہوں گے۔ ہاں اگر روپے بھی خالص چاندی کے ہوں تو ڈھائی روپے یعنی دو روپے خالص چاندی کے اور ایک اٹھنی خالص چاندی کے زکوٰۃ میں دی جائے گی۔

اُدھُورے نصاب

(۱) کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اُس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے[۱] تو اُسی کی زکوٰۃ دو۔ اور دونوں میں سے کسی

---

[۱] مثلاً چالیس تولے چاندی ہے اور دو ماشہ سونا جس کی قیمت دس تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ دونوں کی مجموعی قیمت پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے۔ جو نصاب سے کم ہے۔ ہاں اگر چالیس تولہ چاندی کے ساتھ تین ماشہ سونا ہو جس کی قیمت پندرہ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ کیونکہ چاندی کا نصاب ۵۲ تولے ۶ ماشہ ہے جو پورا ہو گیا۔ یا مثلاً چھ تولہ سونا اور سو تولہ چاندی ہے جس کی قیمت ایک تولہ اور چھ ماشہ سونا ہوتی ہے۔ تو سونے کا نصاب ۷ تولہ چھ ماشہ پورا ہو گیا۔ اس میں اختیار ہے کہ سونے کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت دو۔ یا چھ تولہ سونے کی بھی چاندی سے قیمت لگا لو اور جو مجموعی رقم چاندی کی ہوتی ہے اس کا چالیسواں حصہ دے دو۔

کا نصاب پُورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولہ سونا ہے۔ اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کی برابر یا اس سے زیادہ ہے۔ لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی بھی چیز اُس کے پاس نہیں ہے تو اس صُورت میں اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۳) کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کی برابر نہیں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پُورا ہو جاتا ہے تو اس مجمُوعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوٰۃ کب ادا کی جائے

(۱) جب بقدرِ نصاب مال پر جو تمہاری مِلک میں آیا ہے چاند کے حساب سے سال پُورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کر دو۔ دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔

(۲) ہاں اگر بقدرِ نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال گذرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دو تو یہ بھی جائز ہے۔

نیّت

جب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دو۔ یا کم از کم زکوٰۃ کی رقم علیحدہ کر کے رکھو۔ اُس وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ یہ مال مَیں زکوٰۃ میں دیتا ہُوں یا زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہُوں، اگر زکوٰۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا، دینے کے بعد اُس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اِسی طرح کسی کو قرض دیا تھا۔ اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہتے ہو تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ اگر ادائے قرض میں اس کی امداد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم اس کو زکوٰۃ کی نیّت سے دے دو۔ پھر اُس سے اپنے قرض میں یہ رقم وصُول کرلو۔

کیا بتانا ضرُوری ہے؟

جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جائے، جب

بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

پوری یا تھوڑی زکوٰۃ کب ساقط ہو جاتی ہے

(۱) سال گذرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا یا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا تو اُس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہو گئی۔

(۲) لیکن اگر سارا مال ضائع نہیں ہوا، تھوڑا مال ضائع ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا۔ باقی، باقی ہے تو جس قدر مال ضائع ہوا یا خیرات کیا اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

مصارفِ زکوٰۃ

تشریح مصارف جمع مصرف کی ہے۔ جس شخص کو زکوٰۃ دینے کی اجازت ہے۔ اُسے مصرفِ زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مصارفِ زکوٰۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کون کون ہیں؟

اس زمانہ میں مصارفِ زکوٰۃ یہ ہیں :-

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا سا مال و اسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔ (۲) مسکین یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۳) قرضدار۔ یعنی وہ شخص جس کے ذِمّہ لوگوں کا قرض ہو اور اُس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدرِ نصاب کوئی مال نہ ہو۔

(۴) مسافر۔ جو حالتِ سفر میں تنگدست رہ گیا ہو، اسے بقدرِ حاجت زکوٰۃ دے دینا جائز ہے۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(۱) مالدار کو۔ یعنی اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے۔ یا اس کے پاس نصاب کی برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے۔ جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزمرّہ

کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور اُن کی قیمت بقدرِ نصاب ہے۔ اس پر اگرچہ ان برتنوں کی زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے مگر اس کو زکوٰۃ کا مال لینا بھی حلال نہیں ہے۔

(۲) سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔ اُن کی اگر خدمت کرنی ہے تو زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطور ہدیہ پیش کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو خاندانی نسبت ہے اس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

تشریح بنی ہاشم سے حضرت حارث بن عبدالمطلب۔ حضرت جعفر۔ حضرت عقیل۔ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی اولاد مراد ہے (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(۳) اپنے ماں باپ۔ دادا دادی۔ نانا نانی وغیرہ جو ان سے اوپر کے ہوں۔

(۴) بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا پوتی۔ نواسا نواسی وغیرہ جو ان سے نیچے کے ہوں۔

(۵) خاوند اپنی بیوی کو۔ اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

(۶) غیر مسلم (۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔ ان تمام لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔

کن کاموں میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے

جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے۔ اُن میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے میّت کے گورو کفن میں لگا دینا۔ یا میّت کا قرض ادا کرنا۔ یا مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر۔ مسجد یا مدرسہ کا فرش۔ لوٹوں یا پانی یا چٹائی وغیرہ یا کتب خانہ کے لیے خرید کتب پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

طلبہ علوم

ہاں ضرورتمند طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان کو اس غرض سے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں۔ زکوٰۃ دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کن کو دینا افضل ہے

اوّل اپنے ایسے رشتہ داروں کو جن کا نفقہ خرچہ آپ کے ذِمّہ نہیں ہے۔ جیسے بھائی۔ بہن۔ بھتیجے۔ بھتیجیاں

چچا۔ پھوپی۔ خالہ۔ ماموں۔ ساس۔ سُسر۔ داماد وغیرہ میں سے جو حاجتمند اور مستحق ہوں۔ انہیں دینے میں بہُت زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجتمند ہو اُسے دینا افضل ہے۔ پھر جس کے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو۔ جیسے علمِ دین کے طالبِ علم۔

اداءِ زکوٰۃ کا طریقہ

(۱) جس قدر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ مستحق لوگوں کو خاص خدا کے واسطے زکوٰۃ کی نیت سے دے دو اور اُنہیں مالک بنادو۔

(۲) مالِ زکوٰۃ سے فقیروں کے لیے کوئی چیز خرید کر اُن کو تقسیم کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

(۳) کسی شخص کو اپنی طرف سے وکیل بناکر زکوٰۃ کی رقم دے دو تاکہ وہ مستحق لوگوں پر خرچ کردے۔ یہ بھی جائز ہے۔

مگر کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ عامل زکوٰۃ یعنی جو شخص زکوٰۃ وصُول کرنے پر مقرر ہوتا ہے، قرآن شریف میں اُس کو بھی مستحق لوگوں میں شمار کرایا ہے لہٰذا اس کی تنخواہ مالِ زکوٰۃ میں سے ادا کرنی جائز ہے۔

مالک مکان کب زکوٰۃ لے سکتا ہے کب نہیں لے سکتا

کسی شخص کے پاس ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ کا مکان ہے جس میں وہ رہتا ہے یا اُس کے کرایہ سے اپنی گذر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں بلکہ تنگدست ہے، اُس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ مکان اُس کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے۔ البتہ جب حاجتِ اصلیہ سے کوئی مال زائد ہو اور وہ بقدرِ نصاب ہو تو اُسے زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔

اداءِ زکوٰۃ میں غلطی

اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سیّد تھا یا مالدار تھا یا اپنے ماں باپ یا اولاد میں سے تھا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر سے زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

گزشتہ سے پیوستہ
(قسط ۲ آخری)

ہم آپس میں کیسے مل کر رہیں؟

سورۃ الحجرات کی تین آیات کا ترجمہ اور ضروری تشریح

پانچویں نصیحت یوں فرمائی وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تم تجسّس نہ کرو) یعنی لوگوں کے عیوب کا سُراغ نہ لگاؤ اور اس تلاش میں نہ رہو کہ فلاں شخص میں کیا عیب ہے اور تنہائی میں کیا عمل کرتا ہے یہ تجسّس کا مرض بھی بہت برا ہے۔ بہت سے لوگ اس میں مُبتلا رہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے دُنیا اور آخرت میں اس کی سزا مل جاتی ہے اور تجسّس کرنے والا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے اور بہت سی مرتبہ تجسّس میں بدگمانی کو استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی ممانعت ابھی معلوم ہوئی مومن کا کام یہ ہے کہ اگر اپنے مُسلمان بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اُسکو چھپائے نہ یہ کہ کسی کے عیب کے پیچھے پڑے اور ٹوہ لگائے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی ایسی چیز دیکھ لی جس کے ظاہر ہونے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور اُسے چھپایا تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ جیسے کسی نے زندہ دفن ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۴) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے وہ لوگو جو زبانی طور پر مُسلمان ہو گئے اور دلوں میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو انھیں عیب نہ لگاؤ۔ ان کے چھپے ہوئے حالات کی تلاش میں نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مُسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب کے ظاہر ہونے کے پیچھے پڑتا ہے

اللہ تعالیٰ شانہ اس کے چھپے ہوئے عیب کا پیچھا کرتا ہے یہاں تک کہ اسے رُسوا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو[1] (رواہ الترمذی)

چھٹی نصیحت یہ فرمائی وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو مزید فرمایا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے جیسے تمہیں مُردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارا نہیں، اسی طرح غیبت کرنا بھی ناگوار ہونا لازم ہے۔ بات یہ ہے کہ غیبت بہت بڑی بلا ہے نمازی اور تقوی کے دعویدار اور اپنی بزرگی کا گمان رکھنے والے تک اس میں مُبتلا ہوتے ہیں۔ دُنیا میں کچھ محسوس نہیں ہوتا قیامت کے دن جب اتنی چھوٹی سی زبان کی کھیتیاں کاٹنی پڑیں گی اس وقت احساس ہوگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا؟ لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ دیگا، پہلے اس بات کو سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ رضؓ سے سوال فرمایا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں! آپ نے فرمایا ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ کہ تمہارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا کہ اسے بُرا لگے یہ غیبت ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ جو بات میں بیان کر رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی کے اندر موجود ہو تو اسے بیان کرنے کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اگر تیرے بھائی میں وہ عیب کی بات موجود ہے جسے تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تونے کوئی ایسی بات بیان کی جو اس کے اندر نہیں ہے تب تو تُو نے اس پر بہتان باندھا (رواہ مسلم)

اس سے معلوم ہوگیا کہ واقعی عیب اور خرابی کو بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ یہ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں کوئی غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں میں تو اس کے مُنہ پر کہہ سکتا ہوں۔ حدیث مذکورہ بالا سے

---

[1] یاد رہے کہ جس طرح سے بھی کسی کے عیب یا گناہ یا بدحالی کا پتہ چلائے یہ سب تجسّس میں داخل ہے چھپ کر باتیں سُننا یا اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کرکے باتیں معلوم کرلینا یہ سب تجسّس ہے جو ممنوع ہے۔

ان لوگوں کی جرأتِ بیجا کا پتہ چلا جو بڑی بے باکی کے ساتھ غیبتیں کرتے ہیں اور اپنے نفس کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کی بُرائی بیان کرتے ہوئے سچ کہنا ہی غیبت ہے۔ اگر جھوٹی بات کسی کے ذمہ لگا دی تو وہ تو تہمت دھرنا ہوا اس میں دوگنا گناہ ہے۔ ایک گناہ تہمت دھرنے کا دوسرا غیبت کرنے کا۔ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو ایسے طریقہ پر یاد کرنا جس سے اُسے ناگواری ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سامنے کہنا بھی غیبت ہے اور تہمت دھرنا بھی غیبت کو شامل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں سُننے والے کو ناگوار ہوتی ہیں غیبت کی بُنیاد یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں کچھ کہا جا رہا ہے وہ اُسے بُرا لگے سامنے ہو یا پیچھے۔

غیبت کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے اس اعتبار سے غیبت سے بچنے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا ایک شخص زنا کر لیتا ہے۔ پھر توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص غیبت کر لے تو اس وقت تک اس کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

بات یہ ہے کہ غیبت کرنے میں حق اللہ اور حق العبد دونوں کا ضائع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے غیبت کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور چونکہ بندہ کی بھی بے آبروئی کی ہے اس لیے اس کا حق بھی ضائع کیا اس کا نام احترام سے لیا جاتا یا کم از کم اس کی بُرائی نہ کی جاتی، جب غیبت کر لے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور جس کی غیبت کی ہے اُس سے معافی مانگے۔ البتہ بعض اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اسے اطلاع پہنچ گئی ہو تو معافی مانگ لے اور اگر اطلاع نہ پہنچی ہو تو اس کے لیے اتنی بار مغفرت کی دُعا کرے کہ دل یہ گواہی دیدے کہ غیبت کی تلافی ہوگئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو اس کیلیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے اور یوں دُعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلَہٗ اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت کر دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی ایسے لوگوں پر میرا گزر ہُوا جن کے تانبہ کے ناخن تھے وہ اُن سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ مَیں نے جبریل سے پُوچھا کہ کون لوگ ہَیں اُنھوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی بے آبروئی کرتے تھے (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲) غیبت کرنے والے آیت کریمہ اور احادیث شریفہ کے مضامین پر اور اس سلسلہ کی وعیدوں پر غور کریں۔

جس طرح غیبت کرنا حرام ہے غیبت سُننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر لازم ہے کہ اس کا کاٹ کرے اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کا دفاع کرے حضرت اَسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کیا جس کا گوشت غیبت کے ذریعہ کھایا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ہے کہ اسے دوزخ سے آزاد کرے، اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے اللہ تعالیٰ شانہ کے ذمّہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اُس سے دُور رکھے اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آیت کریمہ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ تلاوت فرمائی (ذکرھا صاحب المشکوٰۃ ص ۴۲۴) اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی منافق کی باتوں سے مومن کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ شانہٗ اسے قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اُس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا اور جس کسی شخص نے مسلمان کا کوئی عیب ظاہر کیا اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ کے پُل پر روک دے گا۔ جب تک کہ وہ اپنی کہی ہُوئی بات سے نہ نکل جائے یعنی معافی مانگ کر اُسے راضی نہ کرلے جس کو عیب دار بتایا تھا۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲) اور حضرت جابر اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کی کسی جگہ بے حرمتی کی جا رہی ہو اور اُس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اُس کی مدد نہ کرے یعنی بُرائی کرنے والے کو اُس کے عمل سے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ میں اُسے بغیر مدد کے چھوڑ دے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا اور جس کسی نے کسی مسلمان کی

ایسی جگہ مدد کی جہاں اس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور بے حرمتی کی جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ میں مدد فرمائے گا۔ جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔ (ایضاً)

ان رِوایات سے معلوم ہُوا کہ غیبت کرنا بھی حرام ہے اور غیبت سُننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرنے لگے تو اُس کا دفاع کیا جائے۔

یہ جو ارشاد فرمایا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ اس بارے میں حدیث شریف میں بھی ایک واقعہ مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک صحابی نے زنا کر لیا تھا جن کا نام مَاعِز رضی اللہ عنہ تھا اُنھوں نے رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ مَیں نے ایسا کیا ہے پھر اُن کو سنگسار کر دیا گیا یعنی پتّھروں سے مار کر ہلاک کر دیا گیا ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہُوئے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی لیکن اُس سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ کُتّے کی طرح اس کی رجم کی گئی۔ یعنی پتّھروں سے مارا گیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بات سُن لی اور خاموشی اختیار فرمائی پھر دُور کچھ آگے بڑھے تو ایک مردہ گدھے پر گزر ہُوا جو اُوپر کو ٹانگ اُٹھایا ہُوا تھا۔ آپ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں (ایک بات کہنے والا دوسرا بات سُننے والا) اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں فرمایا تم دونوں اُترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں سے کون کھا سکتا ہے آپ نے فرمایا وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک وہ اس وقت جنّت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے (رواہ ابوداؤد ص ۲۵۲ ج ۲) اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ مردہ کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ زندہ کی غیبت کرنا حرام ہے۔

فائدہ: یہ ضروری نہیں کہ زبان سے جو غیبت کی جائے وہی غیبت ہو۔ آنکھ کے اشارہ سے ہاتھ کے اشارہ سے نقل اُتارنے سے بھی غیبت ہوتی ہے کسی کی اولاد میں عیب نکالے کسی کی بیوی کا کوئی عیب بیان کر دے۔ اس میں ڈبل غیبت ہے باپ کی بھی اور اولاد کی بیوی کی بھی اور شوہر کی بھی بہت سے لوگوں کو غیبت کا ذوق ہوتا ہے جس سے ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں کسی نہ کسی کا بُرائی سے تذکرہ کر دیتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے

آیت کے ختم پر فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ سے ڈرو اس میں سب گناہوں سے بچنے کا حکم فرمادیا اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے) جس کسی سے جو گناہ ہوگیا ہو اس سے توبہ کرے اور کسی بندہ کا کوئی حق مار لیا ہو غیبت کی بے آبروئی کی، ہو اس سے بھی معاف کرالیں اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ (الآیۃ) کہ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنا دیے تاکہ آپس میں جان پہچان ہو کہ یہ فلاں قبیلہ کا ہے اور یہ فلاں خاندان کا ہے۔ آدمی ہونے میں برابر ہو کیونکہ سب آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہو لہٰذا آدمیت میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اصل فضیلت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے اور وہ فضیلت تقوٰی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس آیت کریمہ میں فضیلت اور عزت کا معیار بتا دیا لوگوں کا یہ حال ہے کہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں نمازوں کے بھی تارک ہیں زکوٰتیں بھی نہیں دیتے، فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں حرام کھاتے ہیں اور حرام کھلاتے ہیں، لیکن نسب کی بڑائی بگھارتے ہیں سیّد اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی عثمانی علوی انصاری شیخ اور ملک اور دیگر نسبتوں کے بغیر اپنا نام ہی نہیں بتاتے، آرہے ہیں سیّد صاحب ڈاڑھی مونڈی ہوئی ہے پتلون پہنے ہوئے ہیں ٹائی لگی ہوئی ہے بینک کے مینجر ہیں جنہیں اپنے نانا جان سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں، ظاہر اور باطن دشمنوں کے ہاتھ بکا ہوا ہے اور ہیں سیّد صاحب، یہی حال دوسری نسبتیں استعمال کرنے والوں کا ہے۔ پھر یہ لوگ جن قوموں کو کم تر جانتے ہیں اُن کے علماء صلحاء نمازی و متقی لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صفا پہ چڑھ کر قریش سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچالو میں قیامت کے دن تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا بنی کعب بنی مرّۃ بنی عبد شمس بنی عبد مناف بنی ہاشم بنی عبد المطلب بنی قریش سب سے الگ الگ خطاب فرمایا اور سب نے یہی فرمایا انقذوا انفسکم من النار کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ اپنے چچا عبّاس بن مطلب اور اپنی پھوپھی صفیہ اور اپنی بیٹی فاطمہ سے بھی خاص طور سے یہ خطاب فرمایا

(بقیہ بر صفحہ ۶۱)

سیّد ممتاز حسین شاہ گیلانی صاحب

مرثیہ لختِ جگر

عالمی مجلس تحفّظِ ختمِ نبوت پاکستان کے بزرگ و مخلص مبلغ جناب سیّد ممتاز حسین شاہ گیلانی زید مجدہم کے فرزند ارجمند محمد اجمل گیلانی ایک حادثے میں عین جوانی کے عالم میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کو اس پیرانہ سالی میں صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد اجمل کی مغفرت فرمائے اور اس کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل ارزانی فرمائے۔

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ　احقر نفیس الحسینی

اجمل پہ وارِد دفعتًہ تقدیر ہوگئی
فورًا حیات موت کی تصویر ہوگئی

اجمل سہارا باپ کا، اَمّی کا نُور تھا
بہنوں کا پیارا لاڈلا، دل کا سرور تھا
گیلانی بھائیوں کا وہ بازو ضرور تھا
اپنے بڑوں کے سامنے وہ جی حُضور تھا

آیا تھا جب وہ ہر طرف تنویر ہوگئی
اجمل پہ وارِد دفعتًہ تقدیر ہوگئی

اجمل کے گھر کی آرزو پامال ہوگئی
اس کی جوانی خوں سے مگر لال ہوگئی
اس کی جُدائی نذرِ مہ و سال ہوگئی
صدمے سے اُس کی والدہ بے حال ہوگئی

تقدیر تیرِ شہ رگِ تدبیر ہوگئی
اجمل پہ وارِد دفعتًہ تقدیر ہوگئی

صبرِ جمیل کا ہمیں حاصل اُصول ہو
تُربت پہ اُس کی رحمتِ حق کا نزول ہو
نیکی ہر ایک اُس کی خُدا کو قبول ہو
شافع بروزِ حشر خُدا کا رسولؐ ہو

جاری زباں پہ آیۂ تطہیر ہوگئی
اجمل پہ وارِد دفعتًہ تقدیر ہوگئی

ممتاز حکمِ رب پہ تری خم جبیں ہو
اُس کی رضا پہ صدق سے پُختہ یقین ہو
وِردِ زبان سُورۂ یاسیں مُبین ہو
اجمل پہ خاص لُطفِ رسُولِؐ امین ہو

"اجمل محل" کی خُلد میں تعمیر ہوگئی
اجمل پہ وارِد دفعتًہ تقدیر ہوگئی

اعلانِ داخلہ

المعراج الیکٹرو ہومیوپیتھی میڈیکل کالج پراسپکٹس فری جوابی لفافہ بھیج کر منگوالیں۔کورس ڈی۔ای۔ایچ ایم ، بی۔ای۔ایچ۔ایم ، ڈی۔ڈی۔ایس۔سی۔ڈاک کورس، طلبہ و طالبات داخلہ لے سکتے ہیں۔دو طریقے اپنائے ہیں : (۱) ریگولر کلاسز (۲) بذریعہ خط و کتابت۔تعلیم بذریعہ ڈاک۔

پتہ : ڈاکٹر خالد سید مین بازار مالی پورہ لاہور

نوٹ : وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

وَفَیَاتُ

* ۲۳ اکتوبر کو جناب نُور احمد صاحب کے چھوٹے بھائی جناب مقصود احمد صاحب اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ناگہانی حادثہ پر اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

* ۱۲ نومبر کو جناب حاجی برکت صاحب احراری وفات پاگئے۔ مرحوم پُرانے احراری اور باطل کے خلاف ننگی تلوار تھے تمام زندگی بزرگانِ دین سے محبّت اور خدمت کرتے گزاری۔ مرحوم کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ حق سے وابستگی عطا فرمائی ہے دُعا ہے اللہ تعالیٰ اُن کو بھی اپنے مرحوم والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کی خطاؤں سے درگزر فرما کر اپنے ہاں بلند درجات نصیب فرمائے۔

* گزشتہ سے پیوستہ ماہ جامعہ کے قدیم خادم جناب قاری غلام سرور صاحب کی جواں سال بھتیجی اچانک وفات پاگئیں۔ چند روز بعد مرحومہ کی شادی بھی ہونے والی تھی اس لیے صدمہ کا اثر اور بھی زیادہ ہُوا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

* جامعہ کے مخلص اور انوارِ مدینہ کے قاری جناب سیّد حسن زبیر صاحب کے والد جناب محترم سیّد ثقلین صاحب زیدی ۲۹ اکتوبر کو بعارضہ قلب مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم بڑے باضابطہ انسان تھے۔ نظام الاوقات کی پابندی اُن کا خاص وصف تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو آخرت کی راحتیں عطا فرمائے اور سب اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

* گزشتہ ماہ کے وسط میں جامعہ کے پُرانے خیر خواہ اور پڑوسی جناب چودھری شریف احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ وفات پاگئیں مرحومہ بہت نیک دل خاتون تھیں۔ محلّہ کی بچّیوں کو بے لوث قرآن پڑھایا کرتی تھیں یہی اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصال ثواب کرایا گیا قارئین سے بھی دُعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید محمود میاں صاحب

گزشتہ ماہ ۲۵ رجب مطابق ۱۵ نومبر بروز اتوار تبلیغی جماعت کے سرپرست حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب طویل علالت کے بعد مدینہ منورہ میں وفات پاگئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون حضرت مولانا نے نوّے برس کے قریب عمر پائی آپ نے اپنی تمام زندگی تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کیے رکھی۔ آپ بہت سی خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ بیک وقت مبلّغِ اسلام، عارف باللہ، متوکل علی اللہ، تارک الدنیا تھے۔ اللہ نے آپ کو غناءِ نفس اور زہد و تقوٰی سے پُوری طرح آراستہ فرما رکھا تھا۔ کئی سال سے متعصب اور بے دین سعودی حکومت نے ان کی سعودی نیشنیلٹی ختم کر کے اُن کو ملک سے نکال کر ملک میں داخلہ پر پابندی لگادی تھی۔ پھر کافی عرصہ بعد بمشکل حج و عمرہ کا ویزا دیا جانے لگا مگر "شاہی جاسوس" ہر وقت اُن کی نگرانی کرتے رہتے۔ اس بار بھی عمرہ کا ویزا لے کر تشریف لے گئے۔ ویزا ختم ہونے کی مدّت قریب آئی تو شاہی کارندوں نے سعودیہ سے نکلنے کا تقاضہ شروع کر دیا مگر خُدا کو کچھ اور ہی منظور تھا مدینہ منوّرہ میں موت اور جنّت البقیع میں تدفین کی خواہش اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور ہو چکی تھی۔ ڈاکٹروں نے لکھ دیا کہ مولانا سفر کے قابل نہیں ہیں۔ خُدائی تدبیر غالب ہوئی۔ حکومتی شاہی عزائم خاک ہوگئے۔ عشق کی سچائی رنگ لائی اور خاکِ مدینہ ہمیشہ کے لیے مولانا کا بچھونا بن گئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورحمۃ واسعہ بانی جامعہ حضرت اقدس والدِ گرامی نور اللہ مرقدہ سے بھی حضرت اقدس مولانا سعید احمد خان صاحب نور اللہ مرقدہ کو خصوصی تعلّق اور محبّت تھی۔ وقتاً فوقتاً جامعہ تشریف لایا کرتے جامعہ کو دیکھ کر خوش ہوتے اور دُعائیں دیا کرتے حضرت اقدس والد ماجدؒ کی وفات کے بعد بھی حضرتؒ کا تعلّق اور شفقت ویسے ہی برقرار رہی بلکہ اس میں اضافہ ہوگیا۔ جامعہ کے جنوب میں بالائی منزل پر درجۂ تحفیظ القرآن کی عمارت کا سنگِ بنیاد بھی حضرتؒ نے اپنے دستِ مُبارک سے رکھا اس موقع پر حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب مدظلہم بھی موجود تھے۔ حضرت اقدس والد ماجدؒ سے تعلّق کے حوالہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا ایک خط جو حضرت والد صاحبؒ کے نام تحریر تھا اور علمی سوالات پر مشتمل تھا حضرت اقدس والد صاحبؒ نے اسکا عجیب و غریب الہامی جواب تحریر فرمایا تھا وہ دونوں شائع کر دیے جائیں تاکہ دونوں بزرگوں کی یادگار محفوظ بھی ہو جائے اور افادۂ عام بھی ہو جائے۔ فجزاہما اللہ تعالیٰ خیرا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۹ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

مخدومی مکرمی جناب مولانا محمد حامد میاں صاحب دامت برکاتہ،

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا گرامی نامہ مع کتاب سیرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصول ہوا۔ بندے نے فوراً ہی بھائی بشیر اور مفتی زین العابدین صاحب کو خط لکھا کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں بعض ناواقف یہی بات کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائیں اور ہر طرح کے فتنے اور شر سے محفوظ فرمائیں اور اُمّت کے عوام اور خواص میں اُلفت ومحبّت اور افادہ اور استفادہ کے شکلوں کو زندہ فرمائے حضرت والا سے دُعاء کی درخواست ہے اور چند باتیں بھی دریافت ہیں۔

نمبر(۱) شاعر کا یہ شعر صحیح ہے یا غلط

شعر خُدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

نمبر(۲) اس آیت کے کیا معنی ہیں (لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ)

نمبر(۳) اس آیت کے کیا معنی ہیں (لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ)

نمبر(۴) انسان جو چیزیں بنا رہا ہے ان چیزوں میں نظم اور ترتیب معلوم ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ نے جو چیزیں بنائی جیسے ستارے سمندر جنگلی درخت پہاڑ دریا وغیرہ ان میں نظم ونسخ وترتیب نظر نہیں آتی اس میں کیا راز ہے؟

نمبر(۵) حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم غارِ ثور میں ابوبکر صدّیق کو تسلّی دینے کے لیے فرماتے ہیں (وَلَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا) مگر موسٰی علیہ السّلام (اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ) فرماتے ہیں۔ حالانکہ ہارون علیہ السّلام بھی ساتھ ہیں۔

نمبر(۶) دو آیتوں میں بظاہر تطبیق معلوم نہیں ہوتی کہ کُفّار پل صراط پر چلیں گے جہنّم میں دروازوں سے داخل ہوں گے۔ باقی دُعاؤں کی درخواست ہے۔

فقط والسّلام

مولانا سعید احمد خان صاحب بقلم: عبدالرشید نواسہ مولانا

۲۸۶

مخدومی و مکرمی ادام اللہ تعالیٰ لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ توضیحات پر توجہ فرمائی سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔ اور بہتر تمرات عطا فرمائے۔

آپ نے ایک شعر کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

صحیح ہے یا نہیں؟

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر شاعر کا مقصد ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کا مفہوم ادا کرنا ہے تو درست ہے۔

(۲) لکم دینکم ولی دین۔ میں ان کے کافرانہ مذہب کو درست قرار دینا یا اجازت دینا مقصود نہیں بلکہ مراد قطع اور ایک طرح کی توبیخ ہے۔ کیونکہ اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر کی طرح واضح توبیخ نہیں ہے۔

(۳) لم تقولون ما لا تفعلون سے "مومنین" کو خطاب کیا گیا ہے یا تو مقصد یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس سے باز رہیں۔ اور اس جملہ پر جن حضرات نے غور کیا وہ ہمیشہ ڈرتے ہی رہے۔

قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلٰثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کلہم یخاف النفاق علی نفسہ　　وقال ابراہیم التیمی

ما عرضت قولی علی عملی الا خشیت ان اکون مکذبا.

بخاری ص ۱۲ کتاب الایمان۔

یا یہ مقصود ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں قول و عمل دونوں ایک درجے کے ہونے چاہئیں. اس مفہوم کی نا ہمواری آیات سے ہو رہی ہے.

(۴) ستارے، سمندر، دریا، درخت وغیرہ کے بارے عرض ہے کہ ستاروں میں تو آپس میں اس قسم کا نظم رکھا گیا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو کوئی اپنی جگہ نہ رہے. ہر ایک کا دوسرے سے فاصلہ اس وسیع فضا میں ان کی کشش کے اعتبار سے ہے اور ان کی کشش ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی ہلنے نہ پائیں. اور باقی تمام چیزوں میں حسن منظر مع شان استغناء و توحید پایا جاتا ہے پھر تصور باری تعالیٰ اس کی نقل اتارتا ہے. اور عوام و خواص اور اہل حسن ذوق ان مناظر کی تصاویر سے اپنی رہائش گاہوں کو سجاتے ہیں. ہر پہاڑ اور ہر درخت ہر فرد انسان کی طرح اپنی مثال آپ ہی پیدا نہ ہوا پایا گیا ہے. اس سے درس توحید ملتا پایا گیا ہے. نور اللہ السلم.. اس بے ترتیبی میں بھی ایک قسم کا اعجاز ہے کہ وہ حسن کا ساتھ جمع کر دی.

(۵) ان معی ربی ــ ارشاد فرما کر حضرت ہارون علیہما السلام کو جو اسبیں قر طوان سے محفوظ کا بھی مقصود ہو سکتا ہے ــ نیز قوم موسیٰ علیہ السلام کا ایمان تو بہت کمزور قسم کا تھا وہ کامل الایمان اور

لہ جاسوس

مصدق نہ تھے ۔ جمع کا صیغہ استعمال ہوتا تو وہ ان سب کو بھی شامل ہوتا
جبکہ امکان ہے کہ ان میں کافر بھی قومیت کی بنیاد پر ساتھ
ہو گئے ہوں (اور منافقین تو تھے ہی) جیسے کہ بار بار "قوم" کے ذکر سے مفہوم ہوتا ہے
فما اٰمن لموسٰی الا ذریۃ من قومہ — یا قوم ان کنتم اٰمنتم باللّٰہ پ ۱۱
فرعون سے آپ کا مطالبہ بھی یہ تھا ان ارسل معنا بنی اسرائیل پ ۱۹ فارسل معنا بنی اسرائیل
اور یہ کہ لا تعذبھم پ ۱۶ لہٰذا ہو سکتا ہے اسلئے جمع کا صیغہ
نہ استعمال فرمایا گیا ہو ۔ اور معی میں ہارون علیہما السلام خود ہی
گویا داخل ہیں اگرچہ وحی ایک ہی جیسی ہوئی تھی واوحینا
الی موسٰی و اخیہ پ ۱۱ ونجعل لکما سلطانا بعض وہ نبی تابع تھے اشدد بہ
ازری و اشرکہ فی امری پ ۱۶ . فارسلہ معی ردءً پ ۲۰

اور غار ثور میں فقط دو ہی تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر
رضی اللّٰہ عنہ ۔ وہاں معنا کا مصداق پایا گیا تو وہ ہی فرمایا گیا.
انہیں قوم موسیٰ علیہ السلام کے پکڑے جانے کا ذکر فرمایا گیا انا لمدرکون اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمال صدیقی کا انتہائی
اظہار فرمایا گیا لا تحزن . گویا انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غم تھا
اپنی جان کا خوف نہ تھا .

ایک فرق یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل تو چل رہے تھے آگے راستہ
ممکن نظر نہیں آتا تھا انتہائی پریشانی میں انہوں نے انا لمدرکون کہا اور اسی وقت
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آ گئی تو فوراً ہی انہوں نے بصیغہ متکلم بالذات
جواب دیا اور خود سمجھا ہو گا یعنی تمام نتائج کی ذمہ داری بذات خود
صراحۃً قبول کرنے کا اعلان فرما دیا۔ اس سے کلام میں قوت پیدا
ہوئی مخاطب

کرنی مقصود تھی جو بلا نیت کا تقاضا تھا (گو ضمناً بھائی کو ہر اس ذمہ داری سے بچانے کا فائدہ بھی حاصل ہوگیا ہو)۔

اس کے بارے میں تو یہ چند نکات ذہن میں آئے تھے واللہ اعلم

(۶) پل صراط پر گذرنے والے مسلمان اور منافق ہوں گے۔ کافر جہنم میں دروازوں سے داخل ہوں گے۔ میں نے یہ سوال کیا تھا تو یہ جواب ملا ہے۔ پھر میں نے بخاری شریف میں ص ۱۱۱ — تیسرے پارہ کے ختم پر باب فضل السجود کی حدیث شریف کا بغور مطالعہ کیا تو اس سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔

دعواتِ صالحہ کا خواستگار ہوں۔ اور یہ کہ صلوٰۃ وسلام میں بھی یاد فرماتے رہیں

والسلام

حامد

۲۶ رجب ۱۴۰۷ھ

۱۷ر جنوری ۱۹۸۷ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک

راوی روڈ

لاہور ۲

فکرِ حسین

مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پتہ چلا یہ مجھے ہے قریب یومِ ثقیل — کہ ساکنانِ سرکوہ شہر میں ہیں نزیل

اِسی لیے ہے انھیں نار سے خطر اب تک — خسِ خیلوۃ میں سوزِ خودی نہیں ہے دخیل

پئے ہوئے ہیں وہ اک جرعۂ مئے اِلاّ — نگہ سے جن کی ہوا فردِ لا اِلٰہ قتیل

شبِ عروس میں تہذیبِ نو پریشاں ہے — کہ پھنک گیا ہے زمانے میں صورِ اسرافیل

غلامِ غیر ہے کافر مَیں یہ نہیں کہتا — کہ دِین تیرا ابھی تک ہے تشنۂ تکمیل

خیال و فکر کی پروازِ بے اثر کی مثال — بہت سے وسعتِ صحرا میں بے ثمر ہیں نخیل

خدا ہی میرا نگہبان ہو اس مسافت میں — دراز جادۂ منزل ہے زادِ راہ قلیل

بتانِ دَیرِ کہن دل لبھا نہیں سکتے — اگرچہ صورتِ ظاہر میں ہیں حسین و جمیل

سرودِ شوق میں کر ذوقِ نغمہ کو حاصل — یہی ہے فکرِ حسین اور یہی ہے ذِکرِ جلیل

ہمیشہ فاش کیا خود کو ہر زمانے میں — گیے بہ جلوۂ طور و گیے بہ نارِ خلیل

خموش باش رفیقا کہ جملہ دانش مند
حکایتِ غمِ دل را نمے کنند طویل

گستاخِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

غفار بابر ڈیرہ اسماعیل خان

جناب نواز شریف صاحب وزیرِ اعظم پاکستان نے ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ سینٹ کے ایک ممبر نے شریعت بل کی مخالفت کرتے ہوئے میرے سامنے خُدا اور رسول کی گستاخی کی اور بڑے سخت جملے کہے وغیرہ وغیرہ۔ ملک کے وزیرِ اعظم کے سامنے کسی گستاخِ رسول کی یہ جرأت اور اس پر وزیرِ اعظم کی خاموشی ہر مُسلمان کے لیے باعثِ حیرت اور ناقابلِ فہم ہے۔

اس واقعہ پر جناب غفار بابر صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خان) نے اپنے جذبات کا نظم کی صُورت اظہار کیا ہے، جو ہم انوارِ مدینہ کی زینت بنا رہے ہیں۔ (ادارہ)

تجھ پہ ہے پھٹکار، گستاخِ رسولؐ　　لعنتِ بسیار، گستاخِ رسولؐ
کیا تُو جانے عظمتِ شاہِ اُممؐ　　دین سے بیزار، گستاخِ رسولؐ

اَے نجس، ناپاک، گستاخِ رسولؐ　　تیرے مُونھ میں خاک، گستاخِ رسولؐ
روزِ محشر ہو گی تیرے جسم پَر　　آگ کی پوشاک، گستاخِ رسولؐ

بے اَدب، بدذات، گستاخِ رسولؐ　　تیرا دن بھی رات، گستاخِ رسولؐ
لغو ہے، بیکار ہے بے سُود ہے　　تیری ہر اِک بات، گستاخِ رسولؐ

بے حَیا، بَدکار، گستاخِ رسولؐ
لعنتی، مُردار، گستاخِ رسولؐ
جو بِنائے مَصلحت خاموش ہو
وہ بھی ناہنجار، گستاخِ رسولؐ

غفار بابر

خاموش ہوگئے

کارِ زیاں میں سُود فراموش ہوگئے
خوش ہو رہے ہیں ہم کہ سبکدوش ہوگئے

کل تک ترس رہے تھے جو اِک بوند کے لیے
وہ لوگ آج رندِ بَلا نوش ہوگئے

خُود سر ہُوتے ہیں اتنے کہ خود میں نہیں رہے
نشہ میں اقتدار کے مدہوش ہوگئے

کس مُونہہ سے کر رہے ہیں شریعت کی بات جو
گُستاخیِ رسولؐ پہ خاموش ہوگئے

نفاذ شریعت کے مخالفین "بدی" کا ساتھ چھوڑ دیں

اللہ تعالیٰ کے باغی، شیطان کے ساتھی۔ عریانی، فحاشی، بے حیائی اور بے ہودہ فیشن کے دلدادہ۔ جوا، شراب و شباب کے رسیا۔ حیا سوز فلموں، رقص و سرود، ناچ گانوں اور مجروں کے تماش بین۔ آوارہ، بدکردار اور بد چلن لوگ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے قرار دی گئی ہر بدی اور حرام کو حلال قرار دینے والے۔ خود کو ترقی پسند، روشن خیال اور لبرل مسلمان کا لقب دیتے ہیں۔

یہ بد نصیب لوگ لبرل ازم کا نعرہ لگا کر اور نفاذ شریعت کی مخالفت کرنے سے مزید گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلی جنگ پر اتر آئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے کہ یہ "بدی" کا ساتھ چھوڑ دیں تاکہ یہ دنیا و آخرت کے دردناک عذاب سے بچ سکیں۔ آمین

تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان - پوسٹ بکس نمبر 6216 لاہور

انگلینڈ میں چند روز

محمد عابد متعلم جامعہ مدنیہ

زندگی ایک سفر ہی تو ہے!

سادہ طور پر اگر یہ کہا جائے کہ ہماری زندگی کا سفر یوم اَلَسْتُ سے شروع ہو چکا تھا تو بے جا نہ ہوگا یوم الست وہ عظیم یوم ہے جس دن مالکِ کُن نے اپنے حکمِ کُن سے کھرب ہا کھرب انسانوں کو صرف ایک انسان آدم کی پشت سے چھوٹی چھوٹی ذرّاری اور چیونٹیوں کی شکل میں پیدا کر کے اپنے رب ہونے کا وعدہ لیا اور اُن سب ہی نے بیک زبان اپنے خالق و مالک کے سامنے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا، یہ وہ عظیم دن ہے جس دن سے ہمارے سفر کا آغاز ہوا۔ گویا اُس دن سے ہمارا "سفرِ ملکوتی" شروع ہوا اور یہ سفر جب ختم ہوا تو ہمارا اگلا "سفرِ ناسوتی شروع ہو گیا۔ گویا یہ پہلا سفر" سفر بین الکائناتی" ٹھہرا اس سفر کا اختتام ہوا تو اگلا سفر "برزخی سفر" شروع ہو گیا گویا ہر سفر کی انتہا اگلے سفر کی ابتدا ہوئی۔ بقول شاعر

کس کا خیال کونسی منزل نظر میں ہے؟
صدیاں گزر گئیں کہ زمانہ سفر میں ہے!

اس سفرِ ناسوتی کے درمیان روزانہ انسان مختلف تجربات سے گزرتا ہے کبھی وہ مکان بناتا ہے کبھی وہ کاروبار کرتا ہے کبھی وہ سرد و گرمِ زمانہ دیکھتا ہے اور کبھی وہ اَسفار کرتا۔ انہی اَسفار میں سے ایک سفر کی روئیداد کچھ یوں ہے۔

ابھی ششماہی امتحانات ختم ہی ہوئے تھے کہ جامعہ مدنیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کو انگلینڈ کا سفر پیش آگیا۔

حضرت نائب مہتمم صاحب ۳۰ اگست کو پاکستان سے انگلینڈ روانہ ہوئے اور وہاں کے دار الحکومت لندن میں اپنے پرانے رفیق اور مخلص جناب شفیق صاحب اور مستقیم صاحب کے مہمان ہوتے حضرت

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا سجاد صاحب نعمانی (جو لکھنؤ سے آئے ہوئے تھے اور مولانا عیسٰی منصوری صاحب کے مہمان تھے) سے ملاقات ہوئی۔ اس دوران لندن میں حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم سے بھی ملاقات کے لیے متعدد بار ان کی خدمت میں جانا ہوا۔

۹ ستمبر کو شام ساڑھے چھ بجے سعودی عرب کے جلاوطن لیڈر ڈاکٹر مسعری صاحب قیام گاہ پہ ہی تشریف لے آئے رات کا کھانا بھی اکٹھے کھایا۔ مختلف اُمور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ساڑھے دس بجے ڈاکٹر صاحب واپس تشریف لے گئے۔

۱۱ ستمبر کو مولانا منور صاحب کی بالہم مسجد میں جمعہ کا بیان اور خطبہ دیا۔

۱۳ ستمبر کو واٹ فورڈ لندن میں شام کے جلاوطن لیڈر اور مجاہد شیخ عمر بکری کی دعوت پہ مقامی ہال میں مختلف ملکوں کے طلباء سے قادیانیت اور خلافت کے موضوع پہ بیان ہوا اس کے بعد مسلسل تین دن تک مختلف جگہوں پہ آپ کے بیانات ہوتے رہے۔ ۱۵ ستمبر کو مولانا اظہار صاحب کی مسجد کراؤڈن میں، ۱۶ ستمبر کو ایسٹ ہیم اور ۱۷ ستمبر کو ایپٹن پارک کی مساجد میں بیان ہوا۔

اس سے پہلے بھی آپ کا لندن کا سفر کئی بار ہوتا رہا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کے حالات اور اسلامی سرگرمیوں میں پہلے کی نسبت ترقّی کا احساس ہوا۔ یہاں پر نئے نئے قائم ہونے والے ادارے اور مسلمانوں کی دینی سرگرمیاں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ اس کا اندازہ لندن کے مشہور روزنامے "ٹائمز" کی ۹ نومبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ایک مفصل مضمون اشاعتِ اسلام سے متعلّق شائع کیا گیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ "اگرچہ مغربی پریس اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ منفی تصوّر پیش کرتا رہتا ہے اس کے باوجود برطانوی باشندوں میں اسلام قبول کرنے کی رفتار تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

مغرب میں اسلام پھیلنے کی اس تیز رفتاری کی وجوہات سے متعلّق اخبار نے مختلف آراء دی ہیں۔ مثلاً اس کا کہنا ہے کہ جب سے سلمان رشدی کے معاملے نے شہرت پائی ہے اس وقت سے لوگوں میں اسلام کا مطالعہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ دوسری طرف خلیج کی جنگ اور بوسنیا میں مسلمانوں کی حالتِ زار بھی اسلام سے ہمدردی کا سبب بنی نیز مغربی تعلیمی اداروں میں تقابل اُدیان کے

موضوع پر تعلیم میں بھی اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، اس کے علاوہ مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو بے تکان پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے اور اُس نے ہر اسلامی چیز کو بُرا کہنے کی جو پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ اس کا بھی بہت سے لوگوں پر اُلٹا اثر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے ہیں اخبار لکھتا ہے۔

"مغرب کے لوگ خود اپنی سوسائٹی سے مایوس ہو رہے ہیں جس میں بڑھتے ہوئے جرائم خاندانی نظام کی تباہی منشیات اور شراب نوشی کا دور دَورہ ہے۔ بالآخر وہ اسلام کے دیے ہوئے نظم و ضبط اور تحفّظ کی تعریف کرتے ہیں"۔

اخبار میں ایک عورت جو ۱۹۸۸ء میں مسلمان ہوئی تھی اُس کا انٹرویو شائع کیا گیا ہے، وہ پردہ سے متعلّق کہتی ہے کہ "پردہ سے ہمیں تحفّظ کا احساس ہوتا ہے اور ہماری خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے"۔

لہٰذا ٹائمز لکھتا ہے کہ بہت سی نومسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ اسلامی تعلیمات میں عورت کو زیادہ تقدس اور عظمت حاصل ہے جو مغرب میں عورت کو حاصل نہیں۔ نیز یہ کہ ابھی تک مغرب میں یہ بحث جاری ہے کہ شادی کے موقع پر اور اس کے بعد بھی عورت کا نام تک مرد کے تابع ہوتا ہے حالانکہ عورتوں کو اسلام میں مردوں سے بالکل الگ حقوق دیے گئے ہیں۔ مثلاً وراثت، جائیداد، بچّوں کی تحویل وغیرہ۔

۱۷ستمبر کو شام پانچ بجے ایرانی جلاوطن عالم مولانا عبدالرحیم صاحب بلوچ ابن مولانا عبداللہ صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸ستمبر کو ٹوٹنگ کی جامع مسجد میں جمعہ کا بیان اور خطبہ دیا اور اگلے روز بعد فجر برمنگھم روانگی ہوئی۔ ظہر کی نماز صدام مسجد میں ادا کی اور جناب مولانا فاروق صاحب امام وخطیب صدام مسجد سے ملاقات کی۔ دوپہر کا کھانا حکیم صاحب کے ہاں ان کے اصرار پہ کھایا بعد ازاں یُوسف بھائی کے گھر جانا ہوا۔ تین بجے شام برمنگھم سے کونٹری روانگی ہوئی۔ کونٹری میں عصر کی نماز کے بعد مولانا سلیمان صاحب کے فرمانے پر آپ کی مسجد میں بیان ہوا، مغرب بعد جناب حاجی عاشق صاحب کے مدرسہ میں بیان ہوا۔ بیان کے بعد نانٹین جاکر مولانا احمد میاں صاحب کھیرگانی مدظلہم کی عیادت کی رات واپس آکر گزاری۔ صبح نوٹنگھم جامعۃ الہدیٰ روانگی ہوئی اور مولانا رضاء الحق صاحب

سے ملاقات ہوئی۔ دوپہر کا کھانا مولانا کے ساتھ کھایا۔ مولانا نے جامعہ کا مفصّل دورہ کرایا اور مختلف شعبے دکھائے مولانا کے ساتھ بہت دیر مختلف باتیں ہوتی رہیں شام ساڑھے تین بجے نوٹنگھم سے شیفلیڈ جانا ہوا اور مولانا صدّیق شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا حضرت اقدسؒ بانی جامعہ کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں اور فاضل جامعہ ہیں۔ مولانا صدّیق شاہ کے فرمانے پر عصر کی نماز کے بعد شیفلیڈ کی مدینہ مسجد میں بیان ہوا۔ بیان کے بعد راچڈیل محمد انصاری صاحب مرحوم کی تعزیّت کے لیے جانا ہوا۔ ان کے صاحبزادوں سے تعزیّت اور حسبِ سابق انہی کے ہاں قیام ہوا۔ ۲۱ ستمبر کو صُبح ناشتہ سے فراغت کے بعد انصاری صاحب مرحوم کے صاحبزادے جناب عامر صاحب انصاری کی ورکشاپ گئے وہاں سے مانچسٹر رات کو کھانے پر جناب اشرف علی صاحب کی دعوت پر اُن کے گھر گئے اور رات کو پھر راچڈیل قیام گاہ پر واپسی ہوئی۔

۲۳ ستمبر کو ناشتہ سے فارغ ہو کر راچڈیل سے ساڑھے گیارہ بجے روانگی ہوئی اور برمنگھم جاوید اختر صاحب کے پاس گئے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر چار بجے بولٹن مولانا فضل الحق صاحب کے ہاں عصر کے وقت پہنچے اور اُن سے ملاقات کافی دیر رہی۔ رات کو عشاء پڑھ کر حضرت مولانا فیض علی شاہ صاحب مدظلہم کی عیادت کی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس ہیں اور حضرت اقدس بانی جامعہ مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے پُرانے رفقاء میں سے ہیں اور جامعہ مدنیہ لاہور کے ابتدائی دَور میں مدرّس بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے بڑی ہی شفقت فرمائی اور خُوب دُعائیں دیں۔ اگلے دن ۲۴ ستمبر کو آٹھ بجے صُبح لیسٹر کے لیے روانگی ہوئی۔ ساڑھے گیارہ بجے لیسٹر پہنچ کر عبدالغنی گھوڑے والا کے یہاں قیام ہوا، مجلس دعوت الحق کے مولانا یونس صاحب مدظلہم اور مولانا اقبال صاحب اعظمی مدظلہم بھی وہیں تشریف لے آئے اور کچھ دیر اُن سے ملاقات ہوئی بعد ازاں سہ پہر کو واپس برمنگھم کے لیے روانہ ہو گئے۔ برمنگھم پہنچے تو وہاں صدام مسجد کے امام و خطیب جناب مولانا فاروق صاحب مدظلہم منتظر تھے کیونکہ اُن کی مسجد میں پہلے سے مغرب بعد بیان کا پروگرام طے تھا۔ بیان کے بعد یُوسف بھائی کے مکان پر کھانے کی دعوت میں شرکت کر کر ۹:۴۰ پر واپس لندن کے لیے روانہ ہوئے۔ ۲۶ ستمبر کو انگلینڈ سے جدّہ کے لیے روانہ ہوئے اور جدّہ میں حسبِ سابق جناب میاں سیف الرحمٰن صاحب کے گھر قیام ہوا، اگلے دن صُبح جدّہ سے مکّہ مکرّمہ زادھا اللہ شرفاً عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے ،

عمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہوکر مکّہ مکرّمہ میں دو روز قیام ہُوا، دو روز بعد مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے لیے روانگی ہُوئی اور روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام پر حاضری نصیب ہُوئی۔ مدینہ منوّرہ میں حضرت مولانا محمّد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی مدظلہم سے ملاقات ہُوئی۔ دونوں دن رات کا کھانا بعد عشاء حضرت ہی کے دولت خانہ پر تناول کیا۔ مدینہ منوّرہ ہی میں مولانا اسعد صاحب رشیدی سے بھی ملاقات ہُوئی۔ دوپہر کو بعد ظہر مولانا اپنی قیام گاہ پر لے گئے اور کھانا کھلایا تین روز مدینہ منوّرہ قیام کے بعد مکّہ مکرّمہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے دوبارہ حاضری دی۔ اسی روز ۲ اکتوبر کو جدّہ آنا ہُوا اسی رات جدّہ سے کراچی کے لیے روانگی ہُوئی اور ۳ اکتوبر کی صبح کراچی پہنچ گئے۔ کراچی میں حضرت حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور آپ کے گھر پر قیام کیا۔ کراچی میں آپ نے دیگر بہت سے دوست احباب سے ملاقات کی بالخصوص جناب مرزا شیخ الرئیس صاحب کی عیادت کی اور حافظ سعید صاحب (گندھک والے) سے ملاقات کی اور ۵ اکتوبر کو صبح کراچی سے لاہور بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

بقیہ: ہم آپس میں کیسے مل کر رہیں؟

(رواہ البخاری و مسلم مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۷)

نسب کی بُنیاد پر نجات نہیں ہوگی۔ ایمان کی بُنیاد پر نجات ہوگی اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر رفع درجات ہوگی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت بھی اہل ایمان ہی کے لیے ہوگی۔

جزوی طور پر جو نسبی شرف کسی کو حاصل ہے اُس کے بل بوتہ پر گناہ کرتے چلے جانا اور اپنے کو دوسری قوموں کے متقی لوگوں سے برتر سمجھنا یہ بہت بڑے دھوکہ کی بات ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت (یعنی متکبّرانہ مقابلہ بازی) کو اور باتوں پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے اب تو بس مومن متقی ہے یا فاجر شقی ہے۔ انسان سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۸)

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے کیا درجہ ہے کون ایمان دار ہے کون بے ایمان ہے کون گناہوں میں لت پت ہے اور آخرت میں کسی کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق فیصلے فرمائے گا۔ سب تقویٰ اختیار کرنے کے لیے فکرمند ہوں تاکہ متقیوں میں حشر ہو اور اُن [illegible]

ترقّی یا پستی؟

شمالی و جنوبی امریکہ اور ویسٹ انڈیز کے ممالک میں ۱۹۸۶ء سے اب تک ایڈز میں مُبتلا ہونے کے بعد ۴۱۶۱۲۴ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ۳۶۲۰۰۴ افراد امریکہ میں ہلاک ہوچکے ہیں اس خطہ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد ۸۷۲۱۸۵ ہے۔ اُن میں سے ۷۵۸۴۲۲ مریض امریکہ میں ہیں امریکہ کے بعد سب سے زیادہ ۴۶۵۸۲ افراد برازیل میں ہلاک ہُوئے۔ کنیڈا میں ۱۰۵۸۹ افراد ہلاک ہُوئے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ تمام خطہ آتشک کا مرکز رہا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ جب کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا تو اُس کے ساتھ آنے والے ملاحوں نے یورپ واپس جا کر وہاں آتشک کی بیماری پھیلا دی تھی اور اس بیماری کی وجہ سے لاکھوں افراد کیڑوں مکوڑوں کی طرح مر گئے تھے۔

(پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ ج ۳۵ ۔ش ۲۴)

قارئین اس خبر سے اندازہ لگالیں کہ مغربی معاشرہ جو تمام تر ترقّی کا حامل ہونے کا دعویدار ہے وہ کس قدر تیزی سے اپنے بدانجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ وہ لوگ کس قدر اخلاقی پستی کا شکار ہیں یہ حقائق ہمارے ان روشن خیال مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں جو دن رات مغرب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

اخبار الجامعہ

محمد عابد، متعلم جامعہ مدنیہ

* ۸ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات عصر کی نماز کے بعد مولانا عبد الباری صاحب سابق وزیر خوراک بلوچستان تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

* ۱۰ رجب المرجب کو چیچہ وطنی سے پیر جی عبد الحفیظ صاحب رات کو کھانے پر مدعو تھے وہ تشریف لائے اور نائب مہتمم صاحب کے ساتھ رات کا کھانا تناول فرمایا اور کافی دیر نشست رہی۔

* ۱۱ رجب کو کراچی سے جناب سلیم صاحب (ماڈرن کیمیکل والے) تشریف لائے۔

* ۱۶ رجب کو اسلام آباد سے حضرت حاجی محمود احمد صاحب عارف خلیفہ مجاز حضرت اقدس بانیٔ جامعہ رحمہ اللہ کے بیٹے جناب طلحہ صاحب تشریف لائے، آپ نے حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور جامعہ کے زیرِ نگرانی قائم عبد المجید فری ڈسپنسری اور اساتذہ کے لیے زیرِ تعمیر رہائش فلیٹس دیکھے اور اس پر خوشی و مسرّت کا اظہار فرمایا

* ۱۵ رجب المرجب کو مجلسِ ختمِ نبوّت کے مبلّغ مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی تشریف لائے اور طلبہ سے خطاب فرمایا

* ۱۸ رجب المرجب کو قاری شریف احمد صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز حضرت اقدس بانیٔ جامعہ مدنیہ نور اللہ مرقدہٗ کے پوتے جناب مولانا تنویر احمد صاحب شریفی اور حافظ کاملین صاحب تشریف لائے، حافظ کاملین صاحب کچھ روز جامعہ میں قیام پذیر رہے

* ۲۲ رجب کو صبح حافظ اخلاق احمد صاحب کراچی واپس تشریف لے گئے۔ اسی روز شام کو مغرب بعد جدّہ سے میاں سیف الرحمٰن صاحب تشریف لائے اور نائب مہتمم صاحب سے

* ۲۴ رجب المرجب سے جامعہ کے شعبہ کُتب کے سالانہ امتحان شروع ہُوئے جو ۲۸ رجب تک جاری رہے جس میں وفاقی اور غیر وفاقی تمام طلبہ شریک ہُوئے۔

* ۲۶ رجب کو جناب مولانا عبد الکریم صاحب صابرؒ کے بڑے صاحبزادے ڈیرہ اسمٰعیل خان سے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

* ۲۷ رجب المرجب کو بھکر سے مولانا محمد عبد اللہ صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی آپ اسی روز شام کو واپس تشریف لے گئے، اسی روز دوپہر کو مکّہ مکرّمہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً سے محمد یامین صاحب مرزا تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی

* یکم شعبان المعظم سے وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحان شروع ہُوئے جس میں جامعہ سے ہر درجہ کے طلبہ نے شرکت کی

* جامعہ مدنیہ کی زیرِ نگرانی ادارہ تعلیمات دینیہ کی طرف سے چھ ماہ کا "فہمِ دین کورس" شروع کیا گیا تھا جو دو سال سے جاری تھا اور مختلف جگھوں پر اپنا کام کر رہا تھا اِس وقت بھی یہ کورس تین جگھوں پر جاری ہے، گزشتہ دو سال کے عرصہ میں جو طلبہ فارغ ہُوئے تھے اُن کو اسناد دینے کے لیے ۵ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ۲۵ نومبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ بعد نماز مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب مدظلہم (فاضل دار العلوم دیوبند) کی زیرِ صدارت ایک تقریب منعقد ہُوئی۔

* ۶ شعبان کو مولانا مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام پنجاب خواجہ محمد زاہد صاحب مرکزی ناظم انتخابات اور قاری نذیر صاحب حضرت مہتمم صاحب کی دعوت پر جامعہ تشریف لائے اور رات کا کھانا تناول فرمایا۔

* ۷ شعبان کو حضرت مولانا سراج احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم شمالی وزیرستان سے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔